عیسائیت کا پس منظر

تالیف

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

ناشر
مکتبہ صفدریہ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

ؔ
نہ جب تھا نہ اب ہے نہ ہوگا میسّر
شریکِ خدا اور جوابِ محمدؐ

عیسائیت کا پس منظر

جس میں

یک نظر عیسائیت کا بے نقاب چہرہ سامنے آجاتا ہے اور بائیبل کے بہت سے ایسے فحش مضامین جو اکثر مسلمانوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں، نکھر کر اُن کے پیشِ نظر ہو جاتے ہیں

از

ابوالزاہد محمد سرفراز خطیب جامع گکھڑ

پبلشر

مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

﴿جملہ حقوق بحق مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ محفوظ ہیں﴾

طبع ہفتم   مئی ۲۰۱۰ء

نام کتاب	....	عیسائیت کا پس منظر
تالیف	....	امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ
تعداد	....	گیارہ سو (۱۱۰۰)
قیمت	....	۴۵/- (پینتالیس) روپے
مطبع	....	مکی مدنی پرنٹرز لاہور
ناشر	....	مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور
☆ دار الکتاب اردو بازار لاہور
☆ بک لینڈ اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ سلطان عالمگیر اردو بازار لاہور
☆ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
☆ مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
☆ مکتبہ حقانیہ ملتان
☆ کتب خانہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان
☆ مکتبہ علمیہ اکوڑہ خٹک
☆ مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک
☆ مکتبہ رحمانیہ قصہ خوانی پشاور
☆ کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
☆ مکتبہ فریدیہ اسلام آباد
☆ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
☆ ادارہ الانور بنوری ٹاؤن کراچی
☆ اقبال بک سنٹر جہانگیر پارک کراچی
☆ کتب خانہ مظہری گلشن اقبال کراچی
☆ مکتبہ فاروقیہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ
☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ
☆ ظفر اسلامی کتب خانہ جامع مسجد بوہڑ والی گکھڑ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ○
(۲) وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ○
(۳) اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ○

تعارف

اس کتاب میں ٹھوس حوالجات کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت یسوع مسیح علیہ السّلام صرف بنی اسرائیل کے نبی تھے اور تمام جہاں کی اصلاح کے لیے اللہ تعالےٰ نے دُنیا کے سردار اور رُوحِ حق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھیجا ہے، نیز عیسائیت کی ترقی کا راز بتایا گیا ہے اور اسلام کی خوبی خود عیسائیوں کے قلم سے ثابت کی گئی ہے۔ حضرت یسوع مسیحؑ کے حواریوں اور دنیا کے سردار صلے اللہ علیہ وسلّم کے صحابیوں کا تقابل اور فرق بتایا گیا ہے اور توہین انبیاء کرام علیہم السّلام (معاذ اللہ)، تحریفِ بائیبل، تثلیث، ابنیّتِ مسیحؑ اور مسئلۂ کفارہ وغیرہ پر سیر حاصل، مدلّل اور باحوالہ بحث کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ بھی اور بیسیوں ایسے مسائل کھل کر سامنے

آگئے ہیں اور پادری صاحبان کی بعض فرسودہ اور بے جا تاویلات کی حقیقت بھی بفضلہٖ تعالیٰ طشت از بام کر کے رکھ دی گئی ہے۔ اس موضوع پر اس قدر مختصر اور جامع کتاب آج تک اردو زبان میں طبع نہیں ہوئی۔

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ ہ

ادارہ

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	سخن گفتنی	۷
۲	عیسائیت کی حیران کن ترقی	۹
۳	صداقتِ اسلام پر عیسائیوں کی شہادت	۱۵
۴	عیسائیت کی ترقی کا راز	۲۱
۵	حضرت مسیحؑ صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔	۲۳
۶	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۲۶
۷	دنیا کا سردار	۳۲
۸	ایک سوال اور اس کا جواب	۳۵
۹	ایمان کا معیار	۳۶
۱۰	اعمال	۳۸
۱۱	اطاعتِ والدین	۴۰
۱۲	پطرس	۴۱
۱۳	یہوداہ اسکریوتی	"
۱۴	تصویر کا دوسرا رخ	۴۵
۱۵	بدکار مسیح (نعوذ باللہ)	۶۰
۱۶	توہین انبیاء کرامؑ (معاذ اللہ)	۶۱
۱۷	حضرت نوح علیہ السلام	۶۲
۱۸	" لوط " "	۶۳
۱۹	حضرت داؤد " "	۶۵
۲۰	" سلیمان " "	۶۹
۲۱	" ہوسیع " "	۷۲
۲۲	" سمسون " "	۷۴
۲۳	" یعقوبؑ کی خدا تعالیٰ سے کشتی	۷۵
۲۴	حضرت اسحاق علیہ السلام	۷۷
۲۵	حضرت ابراہیمؑ کی بیوی ان کی سوتیلی بہن تھی (معاذ اللہ)	۷۸
۲۶	حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کی والدہ	۷۹
۲۷	انبیاء کرامؑ اور جھوٹ (معاذ اللہ)	۸۰
۲۸	یہوداہ کی زناکاری	۸۲
۲۹	تحریفِ بائبل	۸۴
۳۰	حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں تورات کا	۸۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	صرف ایک ہی نسخہ تھا	
٣١	تورات صرف ساتویں سال کے بعد سنائی جاتی تھی	٨٧
٣٢	نبیوں اور کاہنوں کا حال	٨٨
٣٣	سب بنی اسرائیل پر ایک دور کفر اور بدی کا بھی گذرا ہے	٩٠
٣٤	بنی اسرائیل تورات کے معنی اور عبارت نہ سمجھتے تھے	٩٢
٣٥	تنہا عزرا نے از سر نو تورات تحریر کی	٩٣
٣٦	ہیکل کی کئی مرتبہ بربادی ہوئی	٩٦
٣٧	تورات پر پابندی بھی عائد تھی	"
٣٨	یہود نے خود بھی بعض کتابیں پھاڑ اور جلا ڈالی تھیں	٩٧ ٩٧
٣٩	نتیجہ	٩٨
٤٠	کچھ اناجیل کے بارے میں	١٠١
٤١	عیسائیوں نے عمداً بھی تحریف کی ہے	١٠٤
٤٢	تثلیث	١٠٦
٤٣	نقلاً بطلان	١٠٧
٤٤	عقلاً تردید	١١٣
٤٥	مغالطہ کا سبب	١١٦
٤٦	بیٹے کا اطلاق اوروں پر بھی ہوا ہے	١١٨
٤٧	کفارہ	١٢٠
٤٨	کیا عمل کے بغیر نجات ہو سکتی ہے؟	١٢٣
٤٩	تمام اہل اسلام سے دردمندانہ اپیل	١٢٧

عیسائیت کا پسِ منظر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ بَشَّرَ بِهٖ عِيْسٰى ابْنُ مَرْيَمَ فَقَالَ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَجَمِيْعِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
بولیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

غالبؔ

سخن گفتنی

اس مادی دور میں عیسائیت پورے آب وتاب کے ساتھ امریکی دولت کے بل بوتے پر رفاہی کاموں کی آڑلے کر دیگر بعض ممالک کی طرح پاکستان میں بھی اپنے پاؤں پھیلانا چاہتی ہے اور کافی حد تک مختلف رنگوں میں پھیلا بھی چکی ہے۔ مشن اسکولوں، کالجوں، ہسپتالوں، سائنس کی ساحرانہ ایجادت تعیشانہ زندگی کے حاضر ذرائع، زرق برق لباس، خشک دودھ اور ادویات وعطیّات کے دلربا کرشموں کی بدولت جس طرح وہ سادہ لوح اور دین سے بے بہرہ اشخاص وافراد کو دامِ ہمرنگِ زمین میں اُلجھانے کی جد وجُہد

میں مصروف اور عیسائیت کے جال میں پھنسانے کے لیے مشغول و کوشاں ہے
وہ آخر حسّاس اور دردِ دل رکھنے والے مخلص مسلمانوں کے ماتھے پر ٹکی ہوئی
دو آنکھوں اور سیماب کی طرح بے قرار دل اور بصیرتِ ایمانی سے
کس طرح اوجھل اور مخفی رہے؟ حقیقت یہ ہے کہ آج دنیا کے تمام مادّی اور
صوری نظاموں نے روحانی اور اخلاقی عزمتوں کو جلا کر خاکستر کر دیا ہے اور
ان نظامہائے باطل کی زنجیروں کی کڑیاں آپس میں کچھ انداز سے مل اور جڑ
کر رہ گئی ہیں جن سے رہائی اور رستگاری کے لیے نظر بہ ظاہر
تا ہنوز کوئی نمایاں مخلص و مفر نظر نہیں آتا اور اس عہدِ حاضر کی مادّی ترقی
اور تہذیبِ نو کی چمک دمک اور ظاہری کرشمہ آرائیوں کے ہوشربا طلسم نے
دُنیا کی نگاہوں کو اس درجہ خیرہ اور فریب خوردہ بنا دیا ہے کہ حقیقت اور
رُوحانیت کی لازوال روشنی اور اخلاقی نظام کی قدر و منزلت نہ صرف یہ کہ
نگاہوں سے غائب اور اوجھل ہی ہو گئی ہے بلکہ فریب خوردہ دنیا اس سے بالکل
مستغنی اور بے فکر ہو کر رہ گئی ہے۔

مختلف قومیں اور سلطنتیں اپنی انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے آج بقار
اور ترقّی کا راز ہی صرف اِن مادّی اور تمدّنی ذرائع اور وسائل میں مضمر اور
پوشیدہ سمجھنے لگی ہیں اور حیاتِ رُوحانی جو بجائے خود دائمی لذتوں اور لازوال مسرتوں
کا سرچشمہ اور ابدی نعمتوں کا مبدار ہے، آج اس خود فریب دنیا کے لیے بالکل
ناقابلِ التفات ہو چکی ہے، ہر درد مند اور باہوش انسان اور ہر
دیندار اور طالبِ عقبیٰ مسلمان اس انسان کُش تہذیب و تمدّن سے

بیزار ہے گمراہ سے

بہت سی حسرتیں وہ ہیں کہ جن کا خون ہوتا ہے
بہت ارمان ایسے ہیں جو دل کے دل میں رہتے ہیں

عیسائیت کی حیران کن ترقی

علماء حق کا سنجیدہ طبقہ اپنی ایمانی فراست اور خداداد بصیرت کے پیش نظر کافی عرصہ سے عیسائیت کی گمراہ کن تبلیغ کے خلاف آواز بلند کرتا رہا ہے اور اس فتنہ کے دینی و دنیوی مفاسد سے مسلمانوں کو باخبر کرتا رہا ہے۔ مگر پچھلے دنوں تو بعض اخبارات نے بھی پاکستان میں عیسائیت کی جارحانہ اور متعصبانہ و حریصانہ تبلیغ اور بہت سے مسلمانوں کے مرتد ہونے کے اعداد و شمار شائع کیے ہیں بعض اخبارات نے یہ لکھا ہے کہ پاکستان بننے کے بعد اب تک چالیس ہزار سے زیادہ مسلمان عیسائیت قبول کر کے مرتد ہو چکے ہیں (العیاذ باللہ) اور بعض نے اس سے بھی کہیں بڑھ کر تعداد شائع کی ہے۔ چنانچہ مؤقر جریدہ المنبر لائلپور ۹ر فروری ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں صفحہ اوّل پر جلی عنوان کے ساتھ حسب ذیل عبرت آموز سطور شائع ہوئی ہیں۔

"رومن کیتھولک عیسائیوں کا ایک اخبار " پراسپکٹ" کناڈا سے نکلتا ہے جس میں دنیا بھر کی عیسائی مشنریوں کی سرگرمیوں کی تفصیل شائع ہوتی ہے، اس اخبار نے پاکستان میں عیسائیت کی کامیابی کے عنوان سے لکھا ہے کہ ۱۹۵۷ء میں یہاں کے آٹھ ہزار مسلمانوں

نے عیسائیت قبول کی ہے اس سے پہلے پاکستان میں ۸۰ ہزار عیسائی تھے لیکن اب اُن کی تعداد دو لاکھ اٹھاسی ہزار تین سو باسٹھ (۲۸۸۳۶۲) ہے۔ عالمی ادارے کی فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق پاکستان میں تین سو تیئیس (۳۲۳) پادری، سات سو بیاسی (۷۸۲) مرد اور عورتیں بطور مبلغ کام کر رہے ہیں۔ تین سو ستتر (۳۷۷) مدرسے ہیں جو تعلیم کے ذریعے عیسائیت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ ان مدارس میں تریسٹھ ہزار چار سو ساٹھ (۶۳۴۶۰) طلبا تعلیم حاصل کر رہے ہیں، بہتّر (۷۲) عیسائی ادارے ہسپتالوں وغیرہ کی صورت میں عیسائیت کے لیے زمین ہموار کرتے ہیں۔ ستاسی (۸۷) مذہبی مراکز ہیں جہاں عوام کو عیسائی بنایا جاتا ہے۔ صورتِ حال سمجھنے کے لیے یہ بھی معلوم رہے کہ سنہ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری میں پاکستانی علاقوں میں صرف گیارہ ہزار عیسائی تھے جو بالعموم اچھوتوں میں سے نکل کر آئے تھے لیکن اب پراسیکر کی روایت کے مطابق دو لاکھ اٹھاسی ہزار تین سو باسٹھ (۲۸۸۳۶۲) افراد نے عیسائیت قبول کر کے اپنی دائمی اور ابدی زندگی تباہ و برباد کر دی ہے۔"

اور اس فتنہ کی حیرت افزا ترقی سے صرف علماءِ حق اور اخباری طبقہ ہی پریشان نہیں بلکہ خود حکومتِ پاکستان کو اس پر کافی تشویش ہے چنانچہ ہمارے محترم وزیرِ داخلہ مسٹر ذاکر حسین صاحب نے پاکستان کی آبادی کے اعداد و شمار بتاتے ہوئے عیسائیوں کی اس بہتات پر تعجّب کا اظہار کیا ہے۔

چنانچہ متعدد دیگر اخبارات کے علاوہ مؤقر اخبار نوائے وقت (۴ر نومبر ۱۹۶۱ء صا کالم ۲) لکھتا ہے کہ :-

"پاکستان میں مسیحیوں کی تعداد گزشتہ ساٹھ ۶۰ سال میں تئیس گنا ہو گئی ہے۔ وزیر داخلہ نے اعلان کیا ہے کہ مسیحیوں کی آبادی میں اس حیران کن اضافہ کے اسباب کی تحقیقات کی جائے گی"

پاکستان جیسی سب سے بڑی اسلامی مملکت میں جس کی بنیاد اور وجود ہی خالص اسلام کی خاطر عمل میں لایا گیا اور جس کے منصۂ شہود میں لانے کے لیے کم و بیش ۲۴ لاکھ جانوں کی قربانی دی گئی۔ ہزاروں عورتوں کی عصمتیں خاک میں ملیں، لاکھوں بچے یتیم ہوئے، ہزاروں ماؤں سے ان کے لعل و گوہر مسلوب ہوئے اور ہزاروں عورتیں خاوندوں کی شفقت سے محروم ہوئیں، یہ بڑی ہی حیرت و استعجاب کی بات ہے جس پر اگر خون کے آنسو بھی بہائے جائیں تو کم ہیں، کون سا غیور اور حق گو مسلمان یہ باور کر سکتا ہے کہ اپنی اجتماعی اور روحانی زندگی کے تحفظ کی پرواہ نہ کی جائے اور اپنے ٹھوس اور محکم عقائد، عادلانہ اعمال، بہترین اخلاق اور صحیح نظریات کے خلاف ہر قسم کے فتنہ جویانہ اور مفسدانہ طرزِ عمل اور ریشہ دوانی کو ہمیشہ برداشت کیا جاتا رہے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ مسلمانوں کا بارعب نام ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جائے اور پاکستان جیسی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ھباءً منثورا ہو کر رہ جائے۔ یہ سب کچھ کیوں ؟ محض اس لئے کہ مسلمانوں میں قرآن و حدیث کی زرّیں تعلیم مفقود، دینی غیرت

اور حمیّت عنقا، جرأت اور حق گوئی ناپید، روحانیّت اور دینی حرارت نابُود اور اپنے اسلاف کے ایمان افروز کارنامے نگاہوں سے اوجھل ہیں اور وہ اُن اوصافِ حمیدہ کی جگہ شرک و بدعت، جہالت و غفلت، تن آسانی اور طمع و لالچ وغیرہ کی مضبوط زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اِس لئے خالقِ کائنات نے اُن کو آسمان کی بلندی سے زمین کی پستی پر دے مارا ہے۔

سچ ہے ؎

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریّا نے زمین پر آسماں سے ہم کو دے مارا

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے قلب و نگاہ میں جب تک تغیّر واقع نہ ہوگا وہ کبھی اپنے اسلاف کے عمدہ کارناموں، رُوحانی سربلندیوں اور ایمانی سرفرازیوں سے باریاب نہیں ہوسکیں گے۔ اور ہمیں یہ کہنے میں بالکل باک اور تامّل نہیں ہے کہ بعض لوگوں کے اسلام سے متنفر ہونے کا سبب خود مسلمانوں کا غیر اسلامی کردار اور شعائرِ اسلام سے بے پروائی اور غفلت بھی ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ایک وہ دَور تھا جس میں مسلمانوں کے اجتماعی ماحول اور ان کی شکلوں اور صورتوں اور اُن کے کردار اور گفتار سے متأثر ہوکر لوگ مسلمان ہوتے تھے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ (المتوفی ۲۴۱ھ) کے جنازہ میں حسب تصریح علامہ بغدادی رحمہ اور حافظ ابن حجر رحمہ آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں شریک ہوئیں (بغدادی ج ۴ ص ۴۲۲ و تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۷۵) اور حسب تصریح شیخ الاسلام

ابن تیمیہ روسولہ لاکھ سے زائد انسان شریک جنازہ ہوئے۔ (نقض المنطق ص۹ طبع القاہرہ ۱۳۷۱ھ) اور اس جنازہ میں مسلمانوں کے حسن کردار سے متأثر ہوکر جو لوگ مسلمان ہوئے وہ بھی ملاحظہ کرلیں ؎

واسلم یومئذ عشرون الفامن الیھود والنصاری والمجوس۔ کہ اس دن بیس ہزار یہودی عیسائی اور مجوسی مسلمان ہوئے تھے۔

(تاریخ بغداد ص۴۲۳ ج۴ و نقض المنطق ص۹)

یہ صرف ایک دن اور ایک جنازہ میں شرکت کی وجہ سے بیس ہزار مسلمان ہوئے تھے مگر افسوس کہ آج اسلام اور اس کی عمدہ خصلتیں صرف کتابوں اور سفینوں کی زینت ہیں اور مسلمان جہالت کا شکار ہوکر غیر اسلامی اخلاق اور خلافِ اسلام رسموں اور رواجوں میں کچھ ایسے اُلجھ کر رہ گئے ہیں کہ غیر تو کیا مسلمان ہوتے، خود اپنے بھی غیروں کی آغوش میں پناہ ڈھونڈ کر ربقۂ اسلام سے گلو خلاصی کے درپے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی۔ اے مسلمان، تُو اپنا منصب تو سوچ کہ کیا ہے؟ ؎

حق نے کر ڈالی ہیں دوہری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں اوروں کو تڑپانا بھی ہے

مقامِ حیرت ہے کہ پادری صاحبان کو کلیساؤں اور ہیکلوں خانقاہوں اور عزلت کدوں میں اپنی اور اپنے پیشواؤں کی سیاہ کاریوں کا دَور تو یاد نہیں جس کے تصوّر سے حیا کی آنکھیں زمین میں گڑ جاتی ہیں اور ان کو کبھی اپنی مجرمانہ اور روحانی زندگی پر توجہ کرنے کی فرصت ہی نہیں ہوئی اور نہ

انہوں نے اس کو معیوب سمجھنے کی طرف نگاہ اٹھائی اور نہ کوشش ہی مبذول کی ہے، ہاں مگر ان کو پیغمبرِ اسلام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور آپ کی ازواجِ مطہرات (رضی اللہ عنہنّ) کی عفّت و عصمت اور بے داغ زندگی اور بے عیب اخلاق پہ حملہ کرنے کی آئے دن نئی نئی تعبیریں خوب سوجھتی رہتی ہیں۔ بائیبل کی تحریف اور تغیّر کی طرف ان کی نازک اور فریب خوردہ نگاہ تو کہیں اُٹھتی ہی نہیں لیکن قرآن و حدیث میں کمی و بیشی اور حک و اضافہ کی بزعمِ خود کئی ایک خام دلیلیں ان کو تہِ زمین یا بالفاظ دیگر نہاں خانوں سے ضرور دستیاب ہو جاتی ہیں انہوں نے اسلام کو بدنام کرنے اور معاذ اللہ اس میں مصنوعی کیڑے نکالنے کے لیے کئی ایک حربے استعمال کئے ہیں مثلاً ایک یہ کہ اسلام تو بزورِ شمشیر پھیلایا گیا ہے، مسلمانوں نے جہاد کر کے بجبر لوگوں کو مسلمان بنایا ہے مگر یہ اتنا اور ایسا لچر اعتراض ہے جس کی طرف توجہ کرنا بھی مناسب نہیں کیونکہ اسلام نہ تو بجبر پھیلا اور نہ پھیلایا گیا۔ اسلام تو ایک فطری مذہب ہے اور اس کی فطرت، فطرتِ الٰہی اور قانونِ قدرت کے بالکل موافق ہے۔ اس کی ذاتی کشش اور جاذبیت ہی لوگوں کے دلوں کو اپیل کرتی اور ان کے قلوب و اذہان میں اثر کرتی رہی ہے۔ اسلام کی راہ وہ معتدل اور فطری راہ ہے جو درستیٔ نظام و آئین اور حصولِ طمانیت و عافیت کے لیے سب سے زیادہ بہتر کفیل اور ضامن ہے اگر اس کو کسی منصف مزاج نے قبول کیا ہے تو محض اس کی ذاتی خوبی اور

دلڑبا کشش کی وجہ سے قبول کیا ہے نہ یہ کہ زور اور جبر سے اسے قبول کیا ہے کیونکہ وہ سراسر رحمت ہے ۔ ؎

ترا آنا زمانے کے لیے رحمت کا باعث ہے
جو کافر اس کا منکر ہے بہت نادان ہے ساقی

صداقتِ اسلام پر عیسائیوں کی شہادت

اگر ہم مسلمانوں کے حوالجات سے یہ ثابت کریں کہ اسلام اپنی حقانیت اور صداقت کی وجہ سے دُنیا میں چمکا اور پھیلا ہے تو سبھی اقوام کے لیے ان میں کوئی وزن نہ ہوگا کیونکہ وہ جب اسلام ہی کو (العیاذ باللہ) سچا نہیں سمجھتے تو وہ بھلا مسلمانوں کی باتوں کی کیا قدر و منزلت سمجھیں گے اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کے گھر کے حوالے پیش کیے جائیں تاکہ ان کو اپنی اصلاح کا موقعہ مِل سکے اور اقل درجہ یہ ہے کہ ان کے لیے اتمام حجت ہو سکے :-

(۱) سر ولیم میور (لائف آف محمدؐ کا مصنف) جو اسلام کی مخالفت میں خاصی شہرت حاصل کر چکا ہے، یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ :-

" اسلام نے ہمیشہ کے واسطے توہماتِ باطلہ کو جن کی تاریکی مدتوں سے چھا رہی تھی کالعدم کر دیا، مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اُس میں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا "

(۲) ڈاکٹر گستاولی بان فرانسیسی لکھتا ہے کہ :-

"جس وقت ہم فتوحات عرب پر نظر ڈالیں گے اور اُن کی کامیابی کے اسباب کو اُبھار کر دکھائیں گے تو معلوم ہو گا کہ اشاعتِ مذہب میں تلوار سے مطلق کام نہیں لیا گیا کیونکہ مسلمان ہمیشہ مفتوح اقوام کو اپنے مذاہب کی پابندی میں آزاد چھوڑ دیتے تھے۔ اگر اقوامِ عیسوی نے اپنے فاتحین کے دین کو قبول کر لیا اور بالآخر اُن کی زبان کو بھی اختیار کیا تو یہ محض اس وجہ سے تھا کہ انھوں نے اپنے جدید حاکموں کو اُن قدیم حاکموں سے جن کی حکومت میں اُس وقت تک تھے، بہت زیادہ منصف پایا۔ اُن کے مذہب کو اپنے مذہب سے بہت زیادہ سچّا اور سادہ پایا۔ یہ امر تاریخ سے ثابت ہو چکا ہے کہ کوئی مذہب بزورِ شمشیر نہیں پھیل سکتا۔ جس وقت عیسویوں نے اندلس کو عربوں سے فتح کیا اس وقت اِس مفتوح قوم نے جان دینا تو قبول کیا لیکن مذہب کا بدلنا قبول نہیں کیا۔ فی الواقع دینِ اسلام بعوض اس کے کہ بزورِ شمشیر پھیلایا گیا ہو محض بہ ترغیب اور بزورِ تقریر شائع کیا گیا۔"

(منقول از تمدّنِ عرب بحوالۂ مقدمۂ تاریخ ہند جلد دوم ص۳۱۴ و ص۳۱۵)

(۳) رابرٹس اپنی تاریخ چارلس پنجم میں لکھتا ہے۔

"وہ مسلمان ہی تھے جن میں اشاعتِ مذہب کے جوش کے ساتھ رواداری ملی ہوئی تھی، ایک طرف تو وہ اپنے پیغمبر کے دین

کو پھیلاتے تھے۔ دوسری طرف اُن اشخاص کو جو اُسے قبول نہیں کرتے اپنے اصلی ادیان پر قائم رہنے دیتے تھے۔"

(۴) میشو رہبان اپنی کتاب سفرِ مشرق میں لکھتا ہے:۔

"عیسائیوں کے لیے نہایت افسوس کی بات ہے کہ مذہبی رواداری جو مختلف اقوام میں ایک بڑا قانونِ مروّت ہے، عیسائیوں کو مسلمانوں نے سکھایا یہ بھی ایک ثواب کا کام ہے کہ انسان دوسرے کے مذہب کی عزت کرے اور کسی کو مذہب کے قبول کرنے پر مجبور نہ کرے۔" (مقدمہ ص۲۱۵)

(۵) میشو رہبان "تاریخ جنگِ صلیبی" میں لکھتا ہے کہ:

"جس وقت حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کو فتح کیا تو انہوں نے عیسائیوں کو مطلق نہیں ستایا۔ برخلاف اس کے جب صلیبیوں نے اسی شہر مقدس کو لیا تو انہوں نے نہایت بے رحمی سے مسلمانوں کا قتلِ عام کیا اور یہودیوں کو جلا دیا۔"

(بحوالۂ مقدمہ تاریخ ہند جلد۲ ص۲۱۵ از مولانا اکبر شاہ خان مرحوم)

(۶) ڈاکٹر گستاؤلی بان فتح بیت المقدس کے متعلق لکھتا ہے کہ:۔

"بیت المقدس کی فتح کے وقت حضرت عمرؓ کا اخلاق ہم پر ثابت کرتا ہے کہ ملک گیرانِ اسلام مفتوح اقوام کے ساتھ کیسا نرم سلوک کرتے تھے اور یہ سلوک اُس مدارات کے مقابل جو صلیبیوں نے اس شہر کے باشندوں سے کئی صدی بعد کی نہایت حیرت انگیز

معلوم ہوتا ہے۔"

اور پھر آگے لکھا ہے کہ:۔

"جو سلوک عمروؓ بن عاص نے مصریوں کے ساتھ کیا وہ اس سے کم نہ تھا اُس نے باشندگانِ مصر سے وعدہ کیا کہ انہیں پوری مذہبی آزادی پورا انصاف بلارُو رعایت اور جائداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیے جائیں گے۔ عمّالِ اسلام اپنے عہدوں پر اس درجہ مستحکم رہے اور انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ جو ہر روز شاہنشاہِ قسطنطنیہ کے عاملوں کے ہاتھ سے انواع و اقسام کے مظالم سہا کرتے تھے اس طرح کا عمدہ برتاؤ کیا کہ سارے ملک نے بہ کشادہ پیشانی دینِ اسلام اور عربی زبان کو قبول کر لیا۔ مَیں بار بار کہوں گا کہ یہ وہ نتیجہ ہے جو ہرگز بزورِ شمشیر نہیں حاصل ہو سکتا۔"

(بحوالہ مقدمہ ص۳۱۶)

۷) کارلائل ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ میں لکھتا ہے کہ:۔

"جو لوگ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ انہوں نے اسلام بزورِ شمشیر پھیلایا وہ مجھ کو بتائیں کہ (حضرت) ابوبکر (رضؓ) عمر (رضؓ) عثمان (رضؓ) اور علی (رضؓ) جیسے نامورانِ قریش کو کس تلوار نے زیر کیا تھا جو محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوسروں کو بزورِ شمشیر مسلمان بنایا؟"

(بحوالہ بلاغ مبین ص۱۳ از مولانا سیوہاروی)

(۸) مصر کے مشہور اخبار ایجپٹ میں ایک مسیحی نے لکھا تھا کہ جس طرح عیسائیت علم اور تمدن کے میدان میں اسلام کے دوش بدوش نہیں چل سکتی اسی طرح اخلاقی حیثیت سے بھی اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی ۔

(۹) ڈاکٹر ڈبلیو۔ ٹی۔ آرنلڈ کی کتاب " پریچنگ آف اسلام " اسی خاص موضوع پر لکھی گئی ہے کہ اسلام کی اشاعت ہرگز بزورِ شمشیر نہیں بلکہ صلح و آشتی کے ساتھ ہوئی ہے ۔ یہ کتاب مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کے لیے قابلِ مطالعہ ہے ۔ اس کا ترجمہ بھی دعوتِ اسلام کے نام سے عرصہ ہوا طبع ہو چکا ہے ۔

(۱۰) مشہور مستشرق پروفیسر براؤن نے کہا کہ :-

" تہذیبِ عالم میں مسلمانوں نے جس قدر شاندار اضافہ کیا وہ صرف اسلام کا طفیل تھا ، وہ اسلام جس کی سیدھی سادی مگر اعلیٰ تعلیم کو کوئی بے تعصب محقق نظر انداز نہیں کر سکتا ۔"

(۱۱) مشہور فلاسفر موسیو رینان مسجد میں جماعت کی تنظیم کو دیکھ کر اور اس سے متاثر ہو کر کہتا ہے کہ :-

" میں اپنی زندگی میں جب کبھی بھی مسلمانوں کی مسجد میں داخل ہوا ہوں میں نے اپنے اندر اسلام کی طرف ایک خاص کشش محسوس کی ہے بلکہ مجھے اپنے مسلمان نہ ہونے پر افسوس ہوا ۔"

(منقول از اخبار کوثر لاہور ۲۵ ، دسمبر ۱۹۲۵ء)

قارئینِ کرام ! آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ اللہ تعالیٰ نے مذہب اسلام

کو جو شرافت و فضیلت اور اختصاص و امتیاز عنایت فرمایا ہے وہ صرف اسی حق مذہب کا حصّہ ہے جس کی صداقت اور حقانیّت کا اقرار کئے بغیر مخالفینِ اسلام بھی نہیں رہ سکے اور بعض نادان مسیحی پادریوں نے جو یہ شوشہ چھوڑا تھا کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے وہ کس قدر باطل، فرسودہ اور بے بنیاد ہے، ہاں پیغمبرِ اسلام اور ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کے اخلاص و نیک نیّتی، جذبۂ حق، بے داغ اور بے عیب زندگی اور اخلاق کریمانہ کی دو دھاری تلوار ضرور برسرِ پیکار رہی ہے جس کے متلاطم سمندر کے آگے ہزاروں مصنوعی بند بھی بیکار ثابت ہوئے ہیں اور ان کی سعیٔ تبلیغ سے نورِ توحید کی چمک اور اخلاقِ حسنہ کی تابانی نے تھوڑے ہی عرصہ میں کرۂ ارضی کو روشن اور منوّر کر دیا۔ آخر عرب و عجم کو حق کی آواز کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا اور کلمۂ توحید کی سربلندیوں نے خود بخود اُن کے قلوب میں راہ پیدا کر لی اور اس کے انوار و تجلّیات کا پرتو عرب و عجم، ایشیا و یورپ، افریقہ و امریکہ، چین و روس، ہند اور سندھ غرض کہ سب ممالک پر یکساں پڑا اور سارا عالم اس کے روحانی فیض سے باریاب اور مالامال ہوا۔ برعکس اس کے عیسائیوں نے مسلمانوں پر عیسائی مذہب قبول کرنے کے سلسلے میں جو جبر کیا اس کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں مگر ہم صرف ایک پر اکتفا کرتے ہیں۔ مسلمان کم و بیش آٹھ سو سال تک ملک اسپین کے حکمران رہے تھے مگر جب فروری ۱۵۰۲ء میں عیسائیوں کا اقتدار ہوا تو جان ولیم ڈریپر، ایم۔ ڈی، ایل۔ ایل۔ ڈی پروفیسر ان دی

یونیورسٹی آف نیویارک کے الفاظ میں سن لیجئے کہ :۔

"سیول سے ایک عیسائی فرمان جاری ہوا کہ ہر باشندۂ اسپین پر مسلمانوں کا نکالنا فرض ہے اور حکم دیا کہ جو مسلمان عیسائی مذہب نہ قبول کرے، ہر فرد اُن کا سن وتمیز والا اپریل کے آخر تک مُلک سے نکل جائے۔ سونا یا چاندی اپنے ساتھ نہ لے جانے پائے کسی اسلامی مُلک یا سلطنت میں نہ جانے پائے اور جو عدول حکمی کرے جان سے مارا جائے"

(ہسٹری آف دی کانفلکٹ بیٹوین ریلیجن اینڈ سائنس مطبوعہ لندن ۱۸۸۲ء ص ۱۴۷)

اس میں پیل وِیڈا کے خیال میں بارہ ملین مسلمان قتل کئے گئے۔

عیسائیت کی ترقی کا راز

گزشتہ اوراق میں آپ نے یہ ملاحظہ کر لیا کہ اسلام اپنی ذاتی کشش اور جاذبیت، حقانیت اور صداقت کی وجہ سے تمام عالم پر چمکا اور اس کو اپنا گرویدہ بنایا ہے۔ نہ تو اسلام کے پاس مال وزر تھا نہ وظیفے اور تنخواہیں نہ کارخانے اور مربعے، اور سفید فام میمیں تھیں اور نہ مشن ہسپتال وغیرہ تھے۔ اس کے برعکس عیسائیت کے فروغ کا واحد ذریعہ ہی دولت وعورت اور مالی فراوانی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ دین سے بے بہرہ مگر دنیا کے حریص اور لالچی اشخاص وافراد کو اپنا لیتے ہیں۔ کبھی تو وہ ملازمتوں کی لالچ دیتے ہیں اور کبھی تعلیم وعلاج کی اور کبھی شادی کی

طمع دلاتے ہیں اور کبھی مفت اور سستے لٹریچر اور عطیات سے دلسوزی کا اظہار کرتے ہیں جس سے کچھ حرماں نصیب متاثر ہو کر دولتِ ایمان دے ڈالتے ہیں۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ عیسائیت نے تو مال و دولت کا مرتبہ مذہباً اس قدر گھٹایا اور اس طرح ذلیل ٹھہرایا ہے کہ دولت مند آدمی کے لیے آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کی مطلقاً کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی اور دوسری طرف اسی ذلیل وحقیر دولت کے ذریعہ بحر و بر کو چھوڑ کر فضائے آسمانی میں عیسائی دنیا گھومتی پھرتی ہے، اور اسی ذلیل دنیا کی وساطت سے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمانِ عزیز پر ڈاکہ ڈال رہی ہے۔ اگر واقعی دولت اتنی بری ہے تو اس سے اتنا عشق و پیار کیوں؟ اور اس بری چیز کو بزعم خود تبلیغ جیسی عمدہ چیز کا ذریعہ کیسے تجویز کر لیا گیا ہے؟ اور اس نامبارک دولت کے ذریعے لوگوں کو ورغلا کر کتاب مقدس اور یسوع مسیحؑ کا گرویدہ بنانے کی فکر کیوں کی جاتی ہے؟ یہ عجیب بات ہے کہ اسی منحوس دولت ہی کے ذریعے تو عیسائیت کی مذہبی اور سیاسی اقتدار کی بنیاد قائم ہے حالانکہ حضرت یسوع مسیحؑ نے صاف لفظوں میں اپنے شاگردوں سے فرما دیا تھا کہ :۔

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل ہے ۵ اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہی میں داخل ہو۔" (انجیل متی باب ۱۹، آیت ۲۳-۲۴)

اسی طرح کا مضمون انجیل مرقس باب ۱۰ آیت ۲۳-۲۴-۲۵ اور انجیل لوقا باب ۱۸ آیت ۲۴-۲۵ میں بھی ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔

عیسائیوں کو اپنی انجیلِ مقدس کے رُو سے اور حضرت یسوع مسیح علیہ السّلام کے اُس حکم اور بیان کے لحاظ سے جو انہوں نے اپنی زندگی میں مصلوب ہونے سے پہلے دیا تھا کسی طرح یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ غیر اسرائیلیوں کو تبلیغ کریں۔ کیونکہ انجیل ہی میں ہے کہ جب ایک غیر اسرائیلی (کنعانی) عورت حضرت یسوع مسیح سے رُوحانی استفادہ کرنے کی پُر زور درخواست کر رہی تھی تو حضرت یسوع مسیحؑ خاموش ہو کر رہ گئے۔ حواریوں اور شاگردوں کے کافی اصرار سے جب جواب کے لیے آمادہ ہوئے تو اُس نے جواب میں کہا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ مگر اُس نے آکر اُسے سجدہ کیا اور کہا اے خداوند میری مدد کر۔ اس نے جواب میں کہا لڑکوں کی روٹی لے کر کتّوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔"

(انجیل متی، باب ۱۵ آیت ۲۴-۲۵-۲۶)

غور فرمایئے کہ حضرت مسیحؑ جب اپنے وقت اور زمانہ اور اپنے ملک و علاقہ کی صنفِ نازک کے افادہ کے لیے بطیبِ خاطر راضی نہ ہوئے جو نیا وہ قابلِ رحم بھی اور یہ کہہ کر اُسے ٹال دیا کہ وہ غیر اسرائیلی ہے جس کی طرف میں مبعوث نہیں ہوا تو ہزاروں سال بعد دُور دراز علاقوں اور مختلف

ممالک کے غیر اسرائیلیوں کے لیے ان کی تبلیغ کیسے اور کیوں ؟ اور وہ کیونکر حجت ہو سکتی ہے ؟ اور واضح مثال میں انہوں نے فرما دیا کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈالنا اچھا نہیں ۔ جب اسرائیلی لڑکے اور غیر اسرائیلی کُتے ہوئے تو اسرائیلیوں اور بالفاظِ دیگر لڑکوں اور لونڈوں کی روٹی اور تعلیم و تبلیغ غیر اسرائیلیوں اور کُتوں پر کیوں صرف کی جائے ؟ اور کیوں صرف کی جاتی ہے ؟ اور کیا اس میں لڑکوں کی حق تلفی نہ ہو گی ؟ اور اگر بخیالِ پادری صاحبان حضرت یسوع مسیح ؑ کی نبوّت سب کے لیے تسلیم کی جائے اور ان تمام اقوامِ عالم کو اُن کی تبلیغ کا مکلّف اور پابند قرار دیا جائے تو اس انجیلی مثال کے رُو سے کیا یہ مطلب نہ ہو گا کہ حضرت یسوع مسیح ؑ کُتّوں کی طرف بھی مبعوث ہوئے تھے (العیاذ باللہ) کیا سچ مچ پادری صاحبان حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کو کتّوں کا نبی بھی تسلیم کرتے ہیں ؟

یہ یاد رہے کہ جس طرح حضرت یسوع مسیح ؑ نے واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کیا ہے کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ اسی طرح حضرت یسوع ؑ نے اپنے بارہ حواریوں رسولوں اور شاگردوں کو بھی اس پر سختی سے پابند اور کاربند رہنے کا حکم دیا ہے ، چنانچہ انجیل متی میں ہے :-

" ان بارہ کو یسوع ؑ نے بھیجا اور ان کو حکم دے کر کہا ۔ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ

ہونا ۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔" (انجیل متی، باب ۱۰ آیت ۵-۶-۷)

نہایت حیرت اور صد افسوس کی بات ہے کہ اسرائیل کی یہ کھوئی ہوئی بھولی بھالی بھیڑیں دنیا کے سردار اور اس کے ماننے والوں کی سرسبز وشاداب اور لہلہاتی ہوئی کھیتی چر گئیں اور دن رات اسی فکر میں ہیں کہ کس طرح باقی چراگاہوں کو بھی چر لیا جائے اور ان کھوئی ہوئی بھیڑوں نے غیر قوموں کے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں داخل ہو کر بھیڑیوں کی طرح ان کے ایمان و اخلاق کے نازک جسموں کو مجروح کر دیا ہے۔ ہم انجیل کے اس حکم کو بالکل صحیح تسلیم کرتے ہیں کیونکہ یہ خداوند کریم کی آخری اور ہر قسم کی تحریف و تبدیل سے مبرّا کتاب قرآن کریم کے عین مطابق ہے کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام نے صاف لفظوں میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ :-

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ (پ۳۔ آل عمران۔ ع ۵)	میں تو صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔

اس لئے عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کو اپنی مذہبی اور مقدس کتابوں کی تعلیم کی رُو سے یہی سمجھنا اور اس پر یقین رکھنا چاہیئے کہ حضرت یسوع مسیح ؑ صرف اور صرف بنی اسرائیل کے رسول تھے اور صرف اُنہی کی طرف وہ مبعوث ہوئے تھے اور اس کے سوا اور کسی قوم اور کسی خاندان اور کسی گروہ کی طرف وہ مبعوث نہ تھے کیونکہ اس سلسلہ

یں اُن کے صاف اور صریح احکام خود انہی کے الفاظ میں گزر چکے ہیں۔

ایک اعتراض اور اُس کا جواب

بعض پادری صاحبان اپنی اس غیر اسرائیلی اور تمام قوموں کی تبلیغ کے جواز پر انجیل متی، باب ۲۸ آیت ۱۸-۱۹-۲۰ کا حوالہ دیا کرتے ہیں کہ

"یسوع نے پاس آکر اُن سے باتیں کیں اور کہا کہ آسمان اور اور زمین کا کُل اختیار مجھے دیا گیا ہے ○ پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور اُن کو باپ اور بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دو○ اور اُن کو یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تم کو حکم دیا اور دیکھو میں دنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔"

مگر ان کا اِس سے استدلال کئی وجوہ سے باطل ہے:۔

(۱) اس لیے کہ اگر انجیل کا یہ حکم جس میں سب قوموں کو شاگرد بنانے کا ذکر ہے سچّا ہے تو پہلا حکم جھُوٹا ہو گا جس میں حضرت مسیح ؑ نے اپنے کو صرف بنی اسرائیل کے لیے رسول تسلیم کیا ہے اور اپنے بارہ حواریوں کو یہ حکم دیا ہے کہ غیر قوموں کے پاس ہرگز نہ جائیں۔ اور اگر وہ حکم سچّا ہے تو یہ جھوٹا ہو گا۔ بہر حال پادری صاحبان کو ان میں سے ایک کو سچا اور دوسرے کو جھوٹا تسلیم کرنا ہو گا۔ یہ ان کی صوابدید پر ہے کہ وہ کس کو سچا اور کس کو جھوٹا یقین کرتے ہیں، سے

من نگویم کہ ایں مکن آں کن
مصلحت بیں و کار آساں کن

اگر قرآنِ کریم کی طرح انجیل بھی آہستہ آہستہ کئی سالوں میں نازل ہوئی ہوتی اور اس میں ناسخ و منسوخ کا سوال ہوتا تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ ایک حکم منسوخ اور دوسرا ناسخ ہے مگر انجیل دفعتہً نازل ہوئی ہے اور اس میں ناسخ و منسوخ کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس سے انجیل کے تخالف اور تضاد کا بھی کافی ثبوت ملتا ہے اور پادری صاحبان کا یہ دعوٰی کہ انجیل میں کوئی تعارض اور تضاد نہیں بالکل بے بنیاد اور بے حقیقت ہو جاتا ہے :-

(۲) انجیل کا یہ حکم کہ "تم سب قوموں کو شاگرد بناؤ" عیسائیوں کے عقیدہ کے رُو سے یسوع مسیحؑ کے مصلوب ہونے سے بعد کا ہے جبکہ تین دن کے بعد وہ جی اُٹھے تھے۔ چنانچہ انجیل متی، مرقس اور لوقا کے آخری ابواب میں اس کی تصریح موجود ہے، اور پہلا حکم اُس وقت کا ہے جس وقت حضرت مسیحؑ زندہ، مکلّف اور پابندِ شریعت تھے اور اسی اجراءِ شریعت کے لیے اللہ تعالٰے نے ان کو مبعوث بھی کیا تھا اور ظاہر بات ہے کہ اُن کے مصلوب ہونے کے بعد کا حکم ان کی مکلّف زندگی کے کسی حکم کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے حکم تو وہی ہے جو انہوں نے پہلے دیا تھا دوسرے حکم کی مطلقاً کوئی حیثیت ہی نہیں ہے کیونکہ وہ اُس وقت کا ہے جب کہ اُن پہ فریضۂ نبوّت باقی نہیں رہا تھا بلکہ وہ اس سے مصلوب ہونے

کی وجہ سے بالکل فارغ اور سبکدوش ہو چکے تھے اور پہلا حکم ان کے زمانۂ نبوت کا ہے جس کے لیے انہیں مبعوث کیا گیا تھا۔

(۲) حضرت یسوع مسیحؑ نے جس وقت یہ حکم دیا تھا کہ تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اس وقت وہ مصلوب ہو کر تین دن کے بعد قبر سے نکل کر گلیل کے پہاڑ پر پہنچے تھے جہاں اُن کے گیارہ شاگرد بھی آئے تھے مگر ان میں سے بعض کو ان کے مسیحؑ ہوتے میں ہی شک تھا چنانچہ انجیل متی باب ۲۸ آیت ۱۷ میں ہے :۔

"اور انہوں نے اسے دیکھ کر سجدہ کیا مگر بعض نے شک کیا"

اور انجیل مرقس باب ۱۶ آیت ۱۱ میں ہے :۔

"اور انہوں نے یہ سُن کر کہ وہ جیتا ہے اور اُس نے اُسے دیکھا ہے یقین نہ کیا"

اور اسی باب آیت ۱۴ میں ہے کہ :۔

"پھر وہ ان گیارہ کو بھی جب کھانا کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا، اور اُس نے اُن کی بے اعتقادی اور سخت دلی پر اُن کو ملامت کی کیونکہ جنہوں نے اُس کے جی اٹھنے کے بعد اسے دیکھا تھا انہوں نے اُن کا یقین نہ کیا تھا"

نہایت تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ حضرت یسوع مسیحؑ مصلوب ہو کر اور تین دن قبر میں رہ کر اپنے حواریوں اور شاگردوں کو خصوصیت سے اپنے نامی گرامی بارہ شاگردوں میں سے گیارہ کو جن کو انجیل مقدس رسول بھی بتاتی

ہے گلیل کی پہاڑی کے پاس ملتے ہیں اور ان سے گفتگو بھی کرتے ہیں، تو ان میں سے بعض کو یہ یقین ہی نہیں آتا کہ یہ مسیحؑ ہیں اور ان کی اس بے اعتقادی اور شک کو بروایتِ انجیل حضرت مسیحؑ رونا بھی روتے ہیں اور ان کو ملامت بھی کرتے ہیں۔ انصاف سے فرمایئے کہ جب ان کے پیارے شاگرد اور مخلص حواری ہی اس بے اعتقادی اور شک میں مبتلا ہیں کہ ہم سے جو ہمکلام ہو رہا ہے آیا وہ مسیحؑ ہے بھی یا نہیں؟ کسی اور کو اُن کے مسیحؑ ہونے پر کیسے اور کیونکر یقین آسکتا ہے؟ اور ان کی اس مشکوک حالت کی کہی ہوئی باتیں بھلا ان کی یقینی حیات اور زندگی کی باتوں کا کیونکر توڑ ہو سکتی ہیں؟ اس لیے پادری صاحبان کو بگوشِ ہوش یہ سن لینا چاہیئے کہ خود انجیلِ مقدّس کے سابق واضح حوالجات کے پیشِ نظر حضرت مسیحؑ کا یہ فرمان کہ تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ، بالکل مخدوش اور ناقابلِ اعتبار ہے اور اس پر ذرّہ برابر بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

(۴) حضرت یسوع مسیحؑ کے مصلوب ہو کر تین دن کے بعد جی اٹھنے کے بعد یہ فرمانا کہ پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور پھر یہ فرمانا کہ " اور اُن تعلیم دو کہ ان سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تم کو حکم دیا " یہ انجیل مقدّس کے ایک دوسرے حکم کے مخالف ہے جس پر عیسائیت کی بنیاد قائم ہے، اس لیے یہ حکم کسی صورت میں قابلِ اعتنا نہیں ہو سکتا چنانچہ گلتیون باب ۲ آیت ۱۶ میں ہے کہ:۔

" تو بھی یہ جان کر کہ آدمی شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ صرف

یسوع مسیحؑ پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہرتا ہے خود بھی مسیح یسوع
پر ایمان لائے تاکہ ہم مسیح پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہریں نہ
کہ شریعت کے اعمال سے کیونکہ شریعت کے اعمال سے کوئی
بشر راست باز نہ ٹھہرے گا۔"

غور کیجئے کہ جب شریعت کے اعمال سے کوئی بشر راست باز نہیں ٹھہرتا، تو پھر حضرت مسیح یسوعؑ یہ حکم کیونکر دے سکتے ہیں کہ ان سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تم کو حکم دیا ہے، اس لیے ماننا پڑے گا کہ یہ شخص حضرت مسیحؑ نہ تھا بلکہ کوئی اور ہی تھا جس نے حضرت مسیحؑ کے نام اور ان کے روپ میں آکر غلط حکم لوگوں کو سنایا تھا اور حضرت یسوع مسیح کے مخلص حواریوں اور شاگردوں کا شک اور بے اعتقادی بھی ہرگز بلا وجہ نہ تھی ورنہ عشق و محبت کا سودا ہی الگ ہوتا ہے؎

محبت اُس گھڑی بھی راز داں اس کو سمجھتی ہے
جب اس کو اعتبارِ راز داں باقی نہیں رہتا

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ انجیلِ مقدس کی رُو سے شریعت کے اعمال نری لعنت ہے اور اسی سے حضرت یسوع مسیحؑ نے عیسائیوں کو نجات دلائی اور خود لعنتی بنے ہیں (العیاذ باللہ) پھر وہ بھلا کیونکر شریعت کی سب باتوں پر قائم رہنے کی تلقین کر سکتے ہیں۔ چنانچہ گلتیون باب ۳، آیت ۱۳ میں ہے :۔

"مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اُس نے ہمیں مول لے کر شریعت

کی لعنت سے چھڑایا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے ۔"

کیسے باور کیا جائے کہ حضرت یسوع مسیح ؑ جو (العیاذ باللہ) مصلوب ہو کر لعنتی بھی قرار پائیں اور شریعت کی لعنت سے چھڑائیں بھی اور لطف یہ ہے کہ وہ بھی مول اور قیمت دے کر اور پھر اسی لعنتی شریعت کی استخواں شکن زنجیروں میں ان کو جکڑ دیں اور سب باتوں پر عمل کرنے کی تلقین کریں اس لیے حضرت یسوع مسیح ؑ سے تو ہرگز اس کا تصوّر نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے یہ حکم دیا ہوگا کہ تم جا کر سب قوموں کو یہ تعلیم دو کہ وہ ان سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تم کو حکم دیا ہے، لازمی امر ہے کہ یہ حکم حضرت یسوع مسیح ؑ کے نام سے کسی اور نے دیا ہے جس کی وجہ سے خود بیچارے حواری بھی بے اعتقادی اور شک کا شبہ کئے بغیر نہ رہ سکے۔ اس لئے انجیلِ مقدّس کے اس حکم کو کہ " میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" اور اس حکم کو جو مسیح ؑ نے اپنے بارہ رسولوں شاگردوں اور حواریوں کو دیا تھا کہ " غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانہ کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا" ــــــــ کسی طرح اور کسی اعتبار اور کسی حیثیت سے ردّ نہیں کیا جا سکتا۔ یہی اصل حکم ہے اور باقی سب بناوٹی باتیں اور پادری صاحبان کی تحریف کے کرشموں اور کارستانیوں کا نتیجہ ہے جن میں نہ تو خوفِ خدا ہے اور نہ فکرِ آخرت تاکہ ایسی جعلسازیوں

سے بچیں۔ اور انجام سے غافل ہو کر کوئی منزل مقصود تک پہنچا بھی کب ہے؟

سے
وہ اپنی منزل مقصود تک ہرگز نہ پہنچے گا
کہ جو آغاز ہی میں بے خود انجام ہو جائے

دُنیا کا سردار

آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت یسوع مسیحؑ کی نبوّت صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں تک محدود تھی اور انہوں نے اپنے بارہ[۱۲] حواریوں کو بھی اپنی تعلیم صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں تک محدود رکھنے کا حکم دیا تھا اور اپنے حواریوں اور شاگردوں کو (اور ان کی وساطت سے سب مسیحیوں کو) یہ بشارت بھی انہوں نے سنائی تھی جس کا ذکر قرآن کریم میں صاف اور صریح الفاظ میں اللہ تعالےٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:-

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ۔	(حضرت عیسٰےؑ نے حواریوں سے فرمایا کہ میں تمہیں) ایک ہی رسول کی خوشخبری سناتا ہوں
(پ۲۸ - الصّف ۱)	جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہو گا۔

جب یہ برگزیدہ رسُول دُنیا میں تشریف لائے تو اللہ تعالےٰ نے ان کو خَاتَمُ النَّبِیّٖن کے پیارے لقب سے موسوم فرما کر یہ حکم دیا کہ:-

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۔	(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اعلان کر دیجئے کہ اے انسانو میں تم سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔
(پ۹ - اعراف ۱۵۹)	

اس سے معلوم ہوا کہ تمام اقوامِ عالم اور ساری دُنیا کو تبلیغ کرنا صرف حضرت محمد مصطفیٰؐ احمدِ مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور آپ کی اُمّت کا حق ہے اگرچہ پادری صاحبان کی کارستانی سے بائیبل اور انجیلِ مقدّس کا نقشہ آج کچھ سے کچھ ہوگیا ہے اور اُنہوں نے اپنے قلبی میلانات ورجحانات اور ذہنی تصوّرات وتخیلات اور خود غرضانہ اور خواہش نفس کی دسیسہ کاریوں سے آسمانی صحائف کا جو حلیہ بگاڑ رکھا ہے، وہ اتنا بھیانک ہے جس کے مطالعہ سے ایک شریف اور باحیا انسان پسینہ میں ڈوب جاتا ہے اور اب کتب مقدّسہ کو ان تمام تحریفات والحاقات سے پاک وصاف کرکے اصلی رنگ میں سامنے لانا اور اُس چشمۂ صاف وشیریں کو جو منزّل مِن اللہ تھا اصلی صورت میں پیش کرنا کوہ کندن اور کاہ برآوردن کا مصداق ہے تاہم آج کی موجودہ اور محرّف انجیلِ مقدّس میں بھی حضرت یسوع مسیحؑ کی یہ خوش خبری اور پیش گوئی صاف لفظوں میں ملتی ہے چنانچہ انجیل یوحنّا باب ۱۵ آیت ۳۰ میں ہے۔ حضرت یسوع مسیحؑ نے فرمایا کہ :-

"اس کے بعد مَیں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دُنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اُس کا کچھ نہیں ۔"

اِس آیت میں حضرت مسیحؑ نے دنیا کے سردار کی آمد کی واشگاف الفاظ میں خوشخبری دی ہے اور یہ بھی صریح الفاظ میں فرما دیا ہے کہ جو خوبیاں اور کمالات اور جو فضائل ومراتب ان کو حاصل ہوں گے وہ مجھے ہرگز حاصل نہیں (مجھ میں اُس کا کچھ نہیں) کیونکہ مَیں اسرائیل کے گھرانے کی

کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کی طرف نہیں بھیجا گیا اور وہ تو دُنیا کا سردار ہو گا۔ اور کرنتھیوں ا، باب ۱۳، آیت ۹ - ۱۰ میں ہے کہ :-

"کیونکہ ہمارا علم ناقص ہے اور ہماری نبوّت ناتمام ہ لیکن جب کامل آئے گا تو ناقص جاتا رہے گا ہ"

یہ آیت بھی اپنے مدلول میں بالکل واضح ہے۔

قارئین کرام! اگر ہم آج کی انجیل میں لفظ فارقلیط اور احمد کے لفظ سے صرفِ نظر بھی کر لیں تب بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کی بشارت کے لیے دنیا کے سردار کے الفاظ کیا کم ہیں؟

دوسرے مقام پر حضرت یسوع مسیح ؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی مدح و تعریف اور خوشخبری ان الفاظ سے بیان کی ہے کہ :-

"لیکن جب وہ رُوحِ حق آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔" (انجیل یوحنا، باب ۱۶، آیت ۱۳)

جب وہ رُوحِ حق اور دنیا کا سردار دنیا میں تشریف لایا تو اس نے سچائی کی راہ بھی دکھائی اور آئندہ کے متعلق بے شمار خبریں بھی بتلائیں اور اپنی طرف سے کچھ نہیں فرمایا، جو کچھ فرمایا خدا تعالےٰ سے وحی پا کر فرمایا اور اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق فرمایا۔ سچ ہے :- وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ہ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (پ ۲۷ - النجم)

ایک اور موقع پر حضرت یسوع مسیح ؑ نے اُن کو مددگار کے الفاظ سے

تعبیر کیا اور ان کے مذہب اور شریعت کے تاقیامت جاری اور ساری
رہنے کا اقرار کیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ :-
"اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار
بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے" (انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۱۵)
ملاحظہ کیجئے کہ کیسے صاف اور صریح اور وزن دار الفاظ میں حضرت یسوع
مسیح علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلّم کی اور آپ کی
ابدی شریعت کی بشارت سُنائی ہے۔

ایک سوال اور اُس کا جواب

متعدّد دیگر پادری صاحبان کی طرح پادری گولڈ سیک نے انجیل مقدس
کی اس صریح بشارت اور خوشخبری کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ شیطان یا
کسی اور شخص کے متعلّق ہے اس سے محمد (صلے اللہ علیہ وسلّم) مراد نہیں ہیں۔
مگر ان کا یہ کہنا سراسر باطل ہے بچند وجوہ :-
(۱) اس لیے کہ کیا شیطان حضرت یسوع کے وقت اور ان سے پہلے
موجود نہ تھا؟ پھر اس کی آمد کی بشارت کیوں؟ وہ تو حضرت آدمؑ کے وقت سے چلا آتا ہے،
(۲) کیا حضرت مسیحؑ نے شیطان کو دُنیا کا سردار کہا اور اس کی بشارت اپنے حواریوں
کو دی؟ کیا سچ مچ عیسائی شیطان لعین کو دنیا کا سردار مانتے ہیں؟
(۳) کیا حضرت یسوع ؑ نے شیطان کو رُوحِ حق کہا؟ اور کیا عیسائی اس کو
رُوحِ حق تسلیم کرتے ہیں؟

(۴) کیا حضرت یسوع نے یہ فرمایا کہ شیطان سچائی کی راہ تم کو دکھائے گا؟ اگر واقعی شیطان سچائی کی راہ دکھاتا ہے تو پھر بُرائی اور شیطنت کا راستہ کون بتاتا ہے؟ کیا سچ مچ عیسائی شیطان کو اپنا رہنما اور ہادی تسلیم کرتے ہیں؟

(۵) کیا شیطان لعین کے بارے میں حضرت یسوع ؑ نے آسمانی باپ سے یہ درخواست کی تھی کہ وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے؟ اور کیا عیسائی شیطان کو نفس الامر میں اپنا مددگار جانتے اور مانتے ہیں؟۔ اور یہ اگر رُوح القدس مراد ہو تو کیا وہ دنیا کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوا؟ اور کیا وہ پہلے ہی سے موجود نہ تھا، اور کیا وہ یسوع مسیح ؑ کے ساتھ نہ رہتا تھا؟

ملاحظہ کیا آپ نے کہ اہل کتاب کس طرح یُحَرِّفُونَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ کا کھلا مصداق ہیں۔ الغرض یہ پیشگوئی صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم سے متعلق ہے نہ شیطان کے بارے میں ہے (العیاذ باللہ) اور نہ کسی اور کے بارے میں جس میں ان بیان کردہ علامات میں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی اور یہ سب علامات صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم ہی میں پائی جاتی ہیں اور بس ؎

ازل محرابِ ایوانِ محمدؐ ابد شمع شبستانِ محمدؐ

ایمان کا معیار

یہ بات نہایت قابلِ غور ہے کہ عیسائی اور پادری صاحبان غیر اسرائیلیوں کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آیا ایمان کی یا کفر کی؟

اگر وہ ایمان کی دعوت دیتے اور اپنے آپ کو مومن کہتے اور سمجھتے ہیں تو انجیل مقدس کی رُو سے اپنے ایمان کے پرکھنے کی ہمیں اجازت دیں تاکہ ہم ان کو پرکھ کر معلوم کر سکیں کہ آیا وہ انجیل مقدس کے معیار کے مطابق خود بھی مومن ہیں یا نہیں ؟

حضرت یسوع مسیح نے صاف لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

"کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ یہاں سے سرک کر وہاں چلا جا اور وہ چلا جائے گا اور کوئی بات تمہارے لیے ناممکن نہ ہوگی "

(انجیل متی باب ۱۷ آیت ۲۰)

اور یہی مضمون تھوڑے بہت تغیر کے ساتھ انجیل مرقس باب ۱۱ آیت ۲۳ اور انجیل لوقا باب ۱۷ آیت ۵-۶ میں ہے۔ عوام اور خواص سب کا یہ فریضہ ہے کہ وہ انجیل مقدس کے اس قائم کردہ معیار کے مطابق عیسائیوں کا عموماً اور ان میں سے پادری صاحبان کا خصوصاً یہ امتحان لیں، اگر اُن کے کہنے سے پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائے تو سمجھا جا سکتا ہے کہ ان میں ایمان کا کچھ شائبہ ہے، اور اگر ان کے کہنے سے پہاڑ اپنی جگہ سے نہ ٹلے اور نہ سرکے تو یقین کر لینا چاہیئے کہ ان میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔ اگر پہاڑ کہیں دور ہو تو مکانوں اور کارخانوں پر ہی یہ تجربہ کر لینا چاہیئے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ایک سوئی ہی پادری صاحبان سے

چند قدم دُور رکھ کر ان سے یہ مطالبہ کرنا چاہیئے کہ وہ اپنی ایمانی قوّت اور طاقت کا مظاہرہ کریں۔ اگر ان میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا تو ان کے لیے کوئی چیز ناممکن نہیں ہوگی۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکیں تو یقینِ کامل کر لینا چاہیئے کہ وہ تو اپنی انجیل مقدس کے رُو سے بھی ہرگز مومن نہیں، پھر بھلا وہ دُنیا کو کس ایمان کی دعوت دیتے ہیں؟ کیونکہ جب وہ خود ہی دولتِ ایمان سے محروم ہیں تو اوروں کو کیا ایمان بتائیں گے؟ خفتہ راخفتہ کے کند بیدار!

یہ بات بھی حیرت سے خالی نہ ہوگی کہ عیسائی جس خدا پر ایمان رکھتے ہیں وہ (معاذ اللہ) بیوقوف اور کمزور بھی ہے۔ چنانچہ اکرنتھیون باب ا آیت ۲۵ میں ہے کہ :-

"کیونکہ خدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے اور خدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے ٥"

کیا عیسائیوں اور پادریوں کا اسی خدا پر ایمان لانے کے لیے سارا وقت اور بیش بہا دولت صرف ہوتی ہے جو بالآخر انجیلِ مقدّس کی رُو سے بے وقوف اور کمزور ثابت ہوتا ہے؟ (العیاذ باللہ)

اعمال

ایمان کے بعد جب اعمال کی باری آتی ہے تو کتب سماویہ اور انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسلام کی پاک تعلیمات سے روزہ کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے مگر انجیل مقدّس یہ بتاتی ہے کہ حضرت یسوع مسیح کے

شاگرد روزے نہیں رکھا کرتے تھے اور یسوع مسیحؑ بجائے اس کے کہ اپنے شاگردوں کو اس کوتاہی پر تنبیہ فرماتے اور روزہ نہ رکھنے پر ڈانٹ ڈپٹ کرتے اُلٹے اُن کی طرف سے وکالت کر کے ان کو معصوم قرار دینے کے درپے ہیں اور روزہ کو ماتم قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ انجیل متی باب ۹ آیت ۱۴، ۱۵ میں ہے کہ :۔

"اُس وقت یوحناؑ کے شاگردوں نے اُس کے پاس آکر کہا کیا سبب ہے کہ ہم اور فریسی تو اکثر روزے رکھتے ہیں اور تیرے شاگرد روزے نہیں رکھتے ۰ یسُوع نے اُن سے کہا کیا براتی جب تک دولہا اُن کے ساتھ ہے ماتم کر سکتے ہیں ؟ مگر وہ دِن آئیں گے کہ دولہا اُن سے جُدا کیا جائے گا اس وقت وہ روزے رکھیں گے ۰

یہی مضمون انجیل مرقس باب ۲، آیت ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ میں اور انجیل لوقا باب ۵ آیت ۳۳ - ۳۴ اور ۳۵ میں بھی ہے

اس سے صاف طور پر یہ ثابت ہوا کہ یسُوع مسیحؑ نے روزہ رکھنے کو ماتم سے تعبیر کیا ہے جو ایک بہت بڑی المناک مصیبت ہوتی ہے۔ کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ حضرت یسوع مسیحؑ کے شاگردوں نے حضرت یسوع کی موجودگی میں روزے رکھ کر ماتم کیا ہو؟ اور حضرت مسیحؑ کی تعلیم کی خلاف ورزی کر کے اُن کی دِل آزاری کی ہو؟ جب اُن کی موجودگی میں روحانیت کا یہ عالم رہا اور روزے جیسے عمدہ اعمال ماتم بن گئے تو

بعد کا کیا پوچھنا! ع

جس کی بہار یہ ہو اُس کی خزاں نہ پوچھ

اطاعت والدین

تعلیم خداوندی اور وحی الٰہی اس امر پر متفق رہی ہے کہ نیک ماں باپ کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیئے اور بہن اور بھائی وغیرہ اپنے رشتہ داروں سے ضرور صلہ رحمی کرنی چاہیئے۔ مگر انجیل مقدس ایک طرف تو حضرت یسوع مسیح ؑ کو اپنی ماں اور بھائی کا نافرمان بتلاتی ہے اور دوسری طرف حضرت یسوع مسیح ؑ کی ماں اور بھائی کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف چلنے والے عاصی قرار دیتی ہے چنانچہ انجیل متی باب ۱۲ آیت ۴۶ تا ۵۰ میں ہے:۔

"جب وہ بھیڑ سے کہہ ہی رہا تھا تو دیکھو اُس کی ماں اور بھائی باہر کھڑے تھے اور اُس سے بات کرنا چاہتے تھے ٥ کسی نے اس سے کہا دیکھ تیری ماں اور تیرے بھائی باہر کھڑے ہیں اور تجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں ٥ اُس نے خبر دینے والے کو جواب میں کہا کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی؟ ٥ اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں ٥ کیونکہ جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے ٥"

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت یسوع مسیح ؑ کی ماں اور ان کا مفروض بھائی (کیونکہ نفس الامر میں ان کا کوئی بھائی تھا ہی نہیں) آسمانی باپ کی مرضی پر

اتنا بھی نہیں چلتے تھے جتنا کہ ان کے شاگرد چلتے تھے پھر بھلا حضرت مسیحؑ ایسی ماں اور ایسے مفروضی بھائی کی کیا قدر کرتے؟ اور کیوں کرتے؟ اور یہ یاد رہے کہ شاگرد بھی وہی جن کا ذکرِ خیر پہلے ہو چکا ہے کہ وہ روزے نہ رکھتے تھے جبکہ یوحنا کے شاگرد اور فریسی روزوں کے پابند تھے۔ افسوس ہے کہ حضرت یسوع مسیحؑ ان روزہ نہ رکھنے والے شاگردوں کو تو ماں باپ اور بہن قرار دینے پر راضی ہو گئے مگر اپنی پاکدامن اور عفت مآب والدہ عابدہ اور زاہدہ ماں (وَاُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ) کو ماں بنانا گوارا نہ کیا؟ حیرت ہے انجیلِ مقدس کی اس تعلیم پر اور تعجب ہے حضرت یسوع مسیحؑ کے اس سلوک پر۔ (معاذ اللہ)

پطرس

حضرت یسوع مسیحؑ کے شاگردوں میں ایک نامی گرامی شاگرد پطرس بھی تھا جو یہاں تک آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا تھا کہ یسوع مسیحؑ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اُس نے پھر کر پطرس سے کہا "اے شیطان میرے سامنے سے دُور ہو تو میرے لیے ٹھوکر کا باعث ہے کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔" (انجیل متی باب ۱۶ آیت ۲۳) اور کم و بیش یہی مضمون انجیل مرقس باب ۸ آیت ۳۳ میں بھی ہے)

یہوداہ اسکریوتی

اور یسوع مسیحؑ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد یہوداہ اسکریوتی بھی تھا جس نے اُسے پکڑوایا بھی تھا۔ (انجیل متی باب ۱۰ آیت ۴ اور انجیل مرقس باب ۳ آیت ۱۹) اور حضرت یسوع مسیحؑ کے اس جاں نثار اور پیارے

شاگرد نے حضرت مسیح ؑ کو صرف تیس روپوں کے بدلے دشمنوں کے حوالہ کر دیا تھا جو اُن کے ناحق خون کے پیاسے تھے اور اُن کے ساتھ اس نے یہ ساز باز کی تھی کہ جس کا میں بوسہ لوں گا وہی یسوع مسیح ؑ ہوگا جس کے تم طالب ہو چنانچہ انجیل متی باب ۲۶ آیت ۱۴-۱۵-۱۶ میں ہے :-

"اُس وقت اُن بارہ ۱۲ میں سے ایک نے جس کا نام یہوداہ اسکریوتی تھا سردار کاہنوں کے پاس جا کر کہا کہ ٥ اگر میں اُسے تمہارے حوالہ کرا دوں تو مجھے کیا دو گے ؟ انہوں نے اُسے تیس ۳۰ روپے تول کر دے دیے ٥ اور وہ اس وقت سے اُسے پکڑوانے کا موقع ڈھونڈنے لگا ٥"

روپیہ تو ایک بھی بڑا اور بُرا ہوتا ہے ۔ بھلا تیس روپوں میں کوئی طاقت اور پاور کیوں مضمر نہ ہو۔ چنانچہ یہوداہ نے ایک لطیف حیلہ سے یسوع مسیح ؑ کو بالآخر پکڑوا دیا اور تول کر تیس روپے وصول کر لیے ۔ غالباً یہ چائے اور سگریٹ کے لیے حاصل کئے ہوں گے۔ انجیل متی باب ۲۶ آیت ۴۸-۴۹-۵۰ میں ہے :-

"اور اس کے پکڑوانے والے نے اُن کو یہ نشان دیا تھا کہ جس کا میں بوسہ لوں وہی ہے اُسے پکڑ لینا ٥ اور فوراً اُس نے یسوع کے پاس آ کر کہا اے ربی سلام اور اُس کے بوسے لیے ٥ یسوع نے اُس سے کہا میاں ! جس کام کے لیے آیا ہے وہ کر لے اس پہ اُنہوں نے پاس آ کر یسوع پر ہاتھ ڈالا اور اُسے

پکڑ لیا ہ"

یہی مضمون انجیل مرقس باب ۱۴، آیت ۴۴ - ۴۵ میں اور انجیل لُوقا باب ۲۲، آیت ۴۷ - ۴۸ میں ہے " جب حضرت یسوع مسیحؑ کو گرفتار کر لیا گیا تو آسمانی باپ کی مرضی پر چلنے والے یسوع مسیحؑ کے سب کے سب شاگردان کو چھوڑ کر بھاگ نکلے چنانچہ انجیل متی باب ۲۶ - آیت ۵۶ میں ہے " اس پر سب شاگرد اُسے چھوڑ کر بھاگ گئے ہ"

اور پطرس نے بھرے مجمع میں یہ حلفیہ بیان دیا کہ مَیں تو مسیح ناصری کو جانتا تک نہیں - چنانچہ انجیل متی باب ۲۶ آیت ۷۲، ۷۳، ۷۴ میں ہے ۔

" اُس نے قسم کھا کر پھر انکار کیا کہ مَیں اِس آدمی کو نہیں جانتا ہ
تھوڑی دیر کے بعد جو وہاں کھڑے تھے انہوں نے پطرس کے
پاس آکر کہا بیشک تو بھی اُن میں سے ہے کیونکہ تیری بولی سے
بھی ظاہر ہوتا ہے ہ اس پر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا
کہ میں اس آدمی کو نہیں جانتا "

یہی مضمون انجیل مرقس باب ۱۴ - آیت ۷۰ - ۷۱ میں ہے اور انجیل لُوقا باب ۲۲ آیت ۵۴ تا ۶۱ میں بھی اس سے ملتا جلتا مضمون ہے - یہ تھا وہ پیارا اور آسمانی باپ کی مرضی پر چلنے والا شاگرد جو جھوٹی قسم کے علاوہ لعنت کرنے پر بھی اُتر آیا ہے جس نے بالآخر اس پر عمل کر کے یسوع مسیح کی شناخت سے رہائی حاصل کی - جن لوگوں نے حضرت یسوع مسیحؑ کو گرفتار کیا تھا انہوں نے ان کی انتہائی تحقیر و تذلیل بھی کی تھی - چنانچہ انجیل لُوقا باب ۲۲ آیت

۶۲-۶۴-۶۵ میں ہے :-

"اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے اُس کو ٹھٹھوں میں اُڑاتے اور مارتے تھے ٥ اور اس کی آنکھیں بند کر کے اُس سے پُوچھتے تھے کہ نبوّت سے بتا تجھے کس نے مارا؟ ٥ اور اُنھوں نے طعنہ سے اور بھی بہت سی باتیں اُس کے خلاف کیں ٥"

اور انجیل متی باب ۲۷ آیت ۲۶ میں ہے کہ :-

"اور یسوع کو کوڑے لگوا کر حوالہ کیا تا کہ صلیب دی جائے ٥"

اور آیت ۲۸ میں ہے کہ :-

"اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا ٥"

اور آیت ۳۰ میں ہے کہ :-

"اور اس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اس کے سر پر مارنے لگے"

اور انجیل مرقس باب ۱۴ آیت ۶۵ میں ہے کہ :-

"اور پیادوں نے اُسے طمانچے مار مار کر اپنے قبضے میں لیا"

یہ ساری کارروائی یسوع مسیحؑ کے آسمانی باپ کی مرضی پر چلنے والے جاں نثار شاگرد ماتھے پر ٹکی ہوئی دو آنکھوں سے دیکھتے رہے مگر ان کی غیرت ایمانی میں بالکل جنبش پیدا نہ ہوئی اور نہ انھوں نے اپنے محترم اُستاد کے لیے کسی قسم کی کوئی قربانی ہی دی حتیٰ کہ بعض تو ان کی جان پہچان اور شناخت سے بھی قسم اُٹھا کر بیزار ہوگئے۔ یہ وہی شاگرد

ہیں جن کو یسوع مسیح ؑ نے ماں بھائی اور بہن کہا تھا اور ان کی وجہ سے اپنی حقیقی والدہ اور مفروض بھائی سے بات کرنا بھی گوارا نہ کی مگر افسوس کہ آڑے وقت وہ بھی کام نہ آئے اور یسوع مسیح کو پکڑوا کر ہی دم لیا اور سب شاگرد بھاگ نکلے۔ آخر حضرت یسوع مسیح ؑ نے بلاوجہ تو یہ نہیں فرمایا کہ

" یہ اُمّت زبان سے تو میری عزّت کرتی ہے مگر ان کا دِل مجھ سے دُور ہے" (انجیل متی باب ۱۵ آیت ۸)

تصویر کا دوسرا رُخ

یہ تو تھے آسمانی باپ کی مرضی پر چلنے والے یسوع مسیح ؑ کے پیارے شاگرد لیکن ان کے مقابلہ میں جب ہم دُنیا کے سردار اور روحِ حق حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں حواریوں اور صحابیوں کے حالات کتب حدیث اور تاریخ اسلامی کے سفینوں میں پڑھتے ہیں تو معاملہ ہی بالکل جدا اور الگ معلوم ہوتا ہے۔ ہم چند صحیح اور ٹھوس حوالجات عرض کرتے ہیں تاکہ دونوں بزرگوں کے پیرو کاروں کا حال تقابل کی صورت میں بخوبی آشکارا اور عیاں ہو جائے۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کعبہ کے شکستہ حصّہ میں (جس کو حجر کہتے ہیں) نماز پڑھ رہے تھے کہ عُقبہ بن ابی معیط کافر آپہنچا اور آپ کی گردن مبارک میں کپڑا ڈال کر خوب زور سے گلا گھونٹا۔ اِس اثناء میں حضرت ابوبکر رضؓ تشریف لائے اور انجام سے بے خوف ہو کر عُقبہ کو کندھے

سے پکڑ کر پیچھے دھکیل دیا اور پھر زور دار الفاظ میں یہ ارشاد فرمایا کہ :-

أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَّقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ الآیۃ (بخاری ج ۱ ص ۵۴۴) — کیا تم اس مردِ خدا کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار صرف اللہ ہے؟

(۲) جب جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے حرم کعبہ میں توحید خالص کا اعلان فرمایا تو ہر طرف سے کفّار قریش ٹوٹ پڑے اور آپ کو انتہائی اذیّت پہنچانے کے درپے ہو گئے۔ اتنے میں آپ کے ربیب (اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے پہلے خاوند کے فرزند) حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ رضؓ کو خبر ہوئی تو آپ کی امداد اور نصرت کے لیے دوڑتے ہوئے چلے آئے اور مآل سے بے خطر ہو کر آپ کو بچانا چاہا لیکن ہر طرف سے اُن پر تلواریں ٹوٹ پڑیں اور اپنے محبوب اور مظلوم پیغمبر کی حفاظت کے لیے انہوں نے بالآخر جامِ شہادت نوش فرما کر اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ آپ کی بعثت کے بعد یہ پہلا ناحق خون تھا جس سے زمین رنگین ہوئی۔ (اصابہ فی تذکرۃ الصحابہؓ ترجمہ حارث بن ابی ہالہ رضؓ)

(۳) غزوہ احد میں جب امام الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) کفّار کے نرغہ میں پھنس گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-

من یرد هم عنا وله الجنة (الحدیث) (مسلم ج ۲ ص ۱۰۷) — کون ان کفّار کی مدافعت کرتے ہوئے جنت کے عوض ہم پر جان نثار کرنا چاہتا ہے؟

اس اعلان کے بعد انصار مدینہ کے سات جاں نثاروں نے باری باری اپنی جانیں فدا کرکے حقِ محبّت ادا کیا ۔

(۴) عشرہ مبشرہ رضؓ میں سے ایک جلیل القدر صحابی حضرت طلحہ رضؓ (بن عبید اللہؓ) نے جنگِ اُحد میں دشمنوں کی تلواروں کو اپنے ہاتھ پر روک کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی کو بچایا یہاں تک کہ ان کا ہاتھ شلّ ہو گیا ۔ (بخاری ج ۲ صہ ۵۸۱)

(۵) حضرت ابو طلحہ (زید بن سہل انصاری رضؓ) نے جب دیکھا کہ دشمن موسلا دھار بارش کی طرح تیر برسا رہے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی حفاظت کے لیے اُحد میں سینہ سپر ہو گئے اور ڈھال لے کر آپ کے چہرۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہو گئے تاکہ کوئی ظالم آپ پر وار نہ کر پائے ۔ (بخاری ج۲ صہ ۵۸۱)

(۶) حضرت ابو دجانہ (سماک بن خرشہ الخزرجی رضؓ) نے جب جنگِ اُحد میں دیکھا کہ چاروں طرف سے تلواریں اور تیر برس رہے ہیں، تو جُھک کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے سامنے سپر بن گئے ۔ اب جو تیر آتے تھے وہ اُن کی پیٹھ پر آتے تھے ۔ (سیرت النبیؐ ج ا صہ ۲۵ علامہ شبلیؒ)

(۷) جنگِ بدر کے لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے صحابہ کرام رضؓ سے مشورہ کیا اور ان کو جہاد کی ترغیب دی تو اوس کے سردار حضرت مقداد بن الاسود رضؓ نے فرمایا کہ حضرت! ہم موسیٰ علیہ السّلام کی قوم کی طرح نہ ہوں گے جو یہ کہہ دیں کہ آپ اور آپ کا رب جا کر دشمنوں سے لڑے بلکہ

ہم تو :-

نقاتل عن یمینك وعن شمالك وبین یدیك وخلفك۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۶۴)	آپ کے دائیں اور بائیں اور آگے اور پیچھے ہو کر دشمن سے لڑیں گے

اور اسی موقع پر حضرت سعد بن عبادہ رض (رئیس خزرج) نے پورے جوش کے ساتھ یہ اعلان فرمایا کہ :-

یا رسول اللّٰہ والذی نفسی بیدہٖ لو امرتنا ان نخیضہا البحر لاخضناھا الخ (مسلم ج ۲ ص ۱۰۲)	یا رسول اللہ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ہماری جان ہے اگر آپ ہمیں یہ حکم دیں کہ ہم گھوڑوں کو سمندر میں ڈال دیں تو ہم اس سے بھی دریغ نہ کریں گے۔

(۸) جنگِ اُحد میں ستر صحابہ کرام رض بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کئے گئے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ سعد بن ربیع رض کے متعلّق تحقیق کرو۔ کیا وہ زندہ ہے یا شہید ہو گیا ہے؟ ایک انصاری رض نے یہ کہتے ہوئے اس کا ذمّہ اُٹھایا کہ میں اس کی تحقیق کر کے آپ کو مطلع کروں گا۔ چنانچہ وہ زخمیوں میں تلاش کرتے کرتے سعد بن ربیع رض کے پاس جا پہنچے، دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ زخموں سے نڈھال ہو گئے ہیں۔ پوچھا، کیا حال ہے؟ وہ فرمانے لگے بس آخرت کی تیاریوں میں ہوں انصاری رض بولے۔ مجھے تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم

نے بھیجا ہے کہ تمہاری حالت سے آپ کو مطلع کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام کہنا اور:۔

وابلغ قومك عنى السلام	میری طرف سے قوم کو سلام پہنچا دینا
وقل لهم ان سعد بن الربيعؓ	اور یہ کہنا کہ سعد بن ربیع رضؓ کہتا ہے کہ
يقول لكم انه لا عذر لكم عند	اگر تم میں ایک متنفس بھی زندہ رہا اور
الله ان خلص الى نبيكم صلے	تمہاری موجودگی میں جناب رسول اللہ
الله عليه وسلم ومنكم عين	صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گزند اور نقصان
تطرف (سیرت ابن ہشام ص۹۵ ج۲)	پہنچا تو عند اللہ تمہارا کوئی عذر مسموع نہ ہو گا۔

یہ پیغام دینے کے بعد ہی ان کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ فرضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

داد دیجئے اس عشق و محبت کی کہ زخموں سے بدن چور چور ہے اور وہ موت و حیات کی کشمکش کے آخری لمحات میں مبتلا ہیں مگر اس حالت میں بھی جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جان عزیز کی کیسی اور کس قدر فکر ہے؟ اور حقیقت یہ ہے کہ جب دل میں عشق و محبت ہو تو ناممکن ہے کہ اس کا ظہور نہ ہو۔ کیا ہی خوب کہا گیا ہے کہ ؎

دل میں اگر حضور ہو سر تیرا خم ضرور ہو
جس کا نہ کچھ ظہور ہو عشق وہ عشق ہی نہیں

(۹) حضرت عمرو بن الجموح انصاری رضؓ نے جو پاؤں سے کافی حد تک لنگڑے

تھے (اعرج شدید العرج) جب جنگِ اُحد میں شریک ہونے کا ارادہ کیا تو ان کے چار جواں سال بیٹوں نے انہیں منع کیا اور کہا:۔
ابّا جان! آپ تو معذور اور لنگڑے ہیں، آپ پر جہاد فرض نہیں ہے لہٰذا آپ شریک نہ ہوں۔ لیکن اُنہوں نے باوجود اس شرعی اور طبعی عذر کے فریضۂ جہاد اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی معیت کو اپنے عذر پر ترجیح دی اور اپنے بیٹوں کی شکایت لے کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ فرمایا کہ:۔

ان بنیّ یریدون ان یحبسونی عن هذا الوجه والخروج معك فیه فوالله انی لارجوان اطأ بعرجتی هذه فی الجنّة	میرے بیٹے مجھے فریضۂ جہاد اور آپ کے ساتھ نکلنے سے منع کرتے ہیں۔ حضرت بخدا میری تو یہ آرزو ہے کہ میں اس لنگڑے پاؤں سے چل کر جنّت میں پہنچ جاؤں۔

(ابن ہشام ج ۲ ص ۹)

آپؐ نے فرمایا کہ تم تو معذور ہو۔ لیکن جب آپؐ نے ان کا شدید اصرار دیکھا تو ان کے بیٹوں سے فرمایا کہ اس کو منع نہ کرو۔ چنانچہ وہ شریک جہاد ہو کر راہِ خدا میں شہید ہوئے، رضی اللہ عنہ ؎

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اُسے جینا نہیں آتا

(۱۰) قبیلۂ بنی دینار کی ایک عفیفہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ غزوۂ اُحد میں تیرا باپ، بھائی اور خاوند تینوں شہید ہو چکے ہیں۔ وہ اِس رُوح فرسا خبر کو

سنتی ہے مگر جوشِ عقیدت اور فرطِ محبت سے ہر بار یہ پوچھتی ہے کہ بتاؤ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں ؟ بتانے والوں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے آپ باخیریت ہیں مگر اُس نے والہانہ اُلفت سے سرشار ہوکر یہ کہا :-

اَرونیہ حتیٰ انظر الیہ فاشیر لہا الیہ حتیٰ اذا رأتہ قالت کل مصیبۃ بعدک جلل

(طبری ص۱۴۲۵ وابن ہشام ۲ ص۹۹ واللفظ لہ)

مجھے بتاؤ تاکہ میں اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھ لوں۔ جب اشارہ کرکے آپ کی ذات گرامی اسے دکھا دی گئی اور اُس نے آنکھوں سے آپ کو دیکھ لیا تو کہنے لگی، آپ کے ہوتے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔

علامہ شبلی رح نے اپنے الفاظ میں یہ واقعہ نقل کیا ہے اور پھر بے ساختہ یہ شعر لکھا ہے کہ ؎

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہِ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

(سیرت النبی ج ۱ ص ۳۶۴)

کاش کہ حضرت یسوع مسیح ؑ کے شاگرد اور حواری بزعمِ خود آسمانی باپ کے پیارے اور منجی بیٹے کے ساتھ آڑے وقت اس عفیفۃ النصاریہ کی اس رأفت ومحبت کے عشرِ عشیر کا ہی اظہار کر دیتے تو بھی ایک بات ہوتی مگر جو اثر عشقِ احمد، محبتِ سردارِ عالم اور فرمانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہو سکتا ہے وہ اور کہاں سے دستیاب اور نصیب ہو سکتا ہے ؟ ؎

بچھائے چشم و دل ارض وسمانے
جہاں پہنچا ہے فرمانِ محمدؐ

(۱۱) حضرت طلحہ بن براءؓ کی جب وفات ہونے لگی تو انہوں نے یہ وصیت کی کہ اگر رات کے وقت میں مرجاؤں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہرگز خبر نہ کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے آپ پر کوئی حادثہ گزر جائے کیونکہ یہود کی طرف سے سخت خطرہ ہے۔ (اصابہ فی تذکرۃ الصحابہؓ عن ابوداؤد و سیرت النبیؐ ج ۱ ص ۲۷)

(۱۲) جنگِ اُحد میں جب کافروں نے ہر طرف سے یلغار کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم پر حملہ کیا تو حضرت مصعب بن عمیرؓ (جو بالآخر اسی غزوہؐ میں شہید ہوگئے اور ان کو بقدر ضرورت کفن بھی میسّر نہ آسکا۔ صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اُن کے سر پر ڈالی گئی اور پاؤں پر اِذخر گھاس ڈال کر کفن پُورا کیا گیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷۰) اور امّ عمارہ (نسیبہ بنت کعبؓ) نے سینہ سپر ہو کر پوری مدافعت کی اور جب عبداللہ بن قمیّہ کافر درّاتا ہُوا آیا تاکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم پر حملہ کرے تو حضرت امّ عمارہؓ نے بڑھ کر اس کا حملہ روکا۔ چنانچہ کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا۔ انہوں نے بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے تلوار ماری لیکن کارگر نہ ہوئی کیونکہ ابن قمیّہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا۔ (سیرت ابنِ ہشام ج ۲ ص ۹۲ طبع مصر)

(۱۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی تھا،

جس کی ایک یہودی لونڈی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو سبّ وشتم کرتی رہتی تھی، وہ منع کرتے مگر وہ باز نہ آتی۔ ایک رات جب اُس نے آپ کی شان میں بے حد گستاخی کی تو اس صحابی نے اس کو ایک خاص قسم کا خنجر پیٹ میں گھونپ کر ہلاک کر دیا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم تک اس قتل کی نوبت پہنچی تو آپ نے فرمایا کس نے یہ قتل کیا ہے؟ جب کوئی جواب نہ ملا تو آپ نے فرمایا۔ اگر میرا کچھ حق اپنے ذمہ سمجھتے ہوئے ہو تو ضرور بتاؤ۔ چنانچہ وہ نابینا صحابی لرزہ براندام ہو کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا اور سارا واقعہ بیان کر دیا کہ حضرت! وہ آپ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی۔ میں منع کرتا تھا لیکن وہ مانتی نہیں تھی اور پھر آخر میں یہ کہا کہ:۔

ولی منھا ابنان مثل اللؤلؤتین وکانت بی رفیقۃ فلمّا کان البارحۃ جعلت تشتمک وتقع فیک فاخذت المغول فوضعتہ فی بطنھا (الحدیث)

(ابوداؤد ج ۲ صـ ۲۴۲)

میرے اس سے موتیوں کی طرح دو لڑکے بھی ہیں اور میرے ساتھ وہ بہت ہی نرمی کیا کرتی تھی گزشتہ رات جب اُس نے آپ کی شان میں گستاخی کی تو میں نے ہی اس کے پیٹ میں خنجر گھونپ کر اس کا کام تمام کر دیا ہے۔

محدثین کرام رح لکھتے ہیں کہ وحی کے ذریعہ جب آپ کو اس کا صدق معلوم ہوا تو آپ نے اس کو کوئی سزا نہ دی اور بری کر دیا۔

شریعت اسلامی یہ اجازت نہیں دیتی کہ ہر آدمی قانون اپنے ہاتھ میں لے اور خود ہی چور، ڈاکو، زانی اور شاتم رسول وغیرہ کو سزا دے اور اس پر

حد قائم کرے۔ یہ قانون اور حکام وقت کا کام ہے کہ وہ ان مجرموں کو قرار واقعی سزا دیں، مگر داد دیجئے اس نابینا صحابی رضؓ کی محبّت رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کی کہ پیاری اور شفیق رفیقۂ حیات کی (جو موتیوں کی طرح کے دو بچوں کی ماں بھی تھی) اُس نے کوئی پروا نہیں کی اور عشق نبوی سے سرشار ہو کر آپ کی محبّت کو اپنی رفیقۂ حیات کی محبّت پر ترجیح دی۔ نہ تو (انہوں نے واقعی عُذر کا سوال دل میں پیدا کیا اور نہ اپنے ننھے اور معصوم بچوں کی تربیت کا کا سوال ہی دامنگیر ہوا۔ یہ ہے عشق محمدی ؎

یہ دِل کا نازک سا آئینہ بھی بڑی قیامت کا آئینہ ہے

کوئی مقابل نہیں ہے لیکن ہزار جلوے جھلک رہے ہیں

(۱۴) صلح حدیبیہ کے مشہور واقعہ میں بحالت کفر حضرت عروہ بن مسعودؓ کفارِ قریش کی طرف سے جب سفیر اور قاصد بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو عرب کی عادت کے مطابق آپ کی ڈاڑھی مبارک پکڑ کر آپ سے بات کرنے لگے۔ اگرچہ اہل عرب کے نزدیک یہ کوئی جرم نہ تھا کہ تالیف اور ملاطفت کے لیے مدّمقابل کی ڈاڑھی کو پکڑ کر اس سے بات کی جائے لیکن حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی غیرت ایمانی اور تعظیم نبی (صلے اللہ علیہ وسلّم) اس کو گوارا نہ کر سکی اور جب بھی عروہ اپنا ہاتھ آپ کی ڈاڑھی مبارک کی طرف بڑھاتے تو حضرت مغیرہ رضؓ تلوار کا دستہ ان کے ہاتھ پر مار کر یہ کہتے :۔

اخّر یدك عن لحیۃ رسُول اللہ کہ اپنا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری ج ۱ ص ۲۷۹) کی ڈاڑھی مبارک سے پیچھے ہٹاؤ۔

(۱۵) حضرت خبیب بن عدی انصاریؓ کا صبر آزما اور پُر درد واقعہ کتب احادیث وسیر اور تاریخ اسلامی میں بسط سے مذکور ہے کہ جب ان کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے مکہ مکرمہ میں تختۂ دار پہ لٹکانے کا عزم مصمم کر لیا تو انہوں نے اس موقع پہ دو رکعتیں نماز پڑھنے کی اجازت طلب کی اور مختصر سی نماز پڑھ کے یہ کہا کہ دل تو چاہتا تھا کہ اس آخری نماز کو قدرے طُول دیتا مگر یہ ڈر تھا کہ تم کہہ دو گے موت کے خوف سے گھبرا کر نماز کو طول دے رہا ہے، پھر سُولی کا پھندا گلے میں پڑنے سے پہلے چند دردناک اور پُرسوز اشعار پڑھے جن میں سے دو یہ ہیں:۔

فَلَسْتُ أُبَالِيْ حِيْنَ أُقْتَلُ مُسْلِمًا
سو میں پروا نہیں کرتا جبکہ میں اسلام کی حالت میں قتل کیا جاؤں

عَلٰی اَيِّ شِقٍّ كَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِيْ
اور جس کروٹ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے میرا گرنا ہو

وَذَالِكَ فِيْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ يَّشَاءُ
اور یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کیلیے ہے اور اگر وہ چاہے

يُبَارِكْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعٍ
تو کٹے ہوئے جسم کے اعضاء پر بھی برکت کرے

(ان کا یہ ایمان افروز واقعہ بخاری ج ۲ ص ۵۸۶، طیالسی ص ۳۳۹ اور طبری ص ۱۴۲۵ وغیرہ کتابوں میں بسط سے مذکور ہے)۔

حضرت خبیبؓ کو جب سُولی پر لٹکانے کا وقت آیا تو حضرت ابوسفیانؓ نے بحالتِ کفر یہ پیش کش کی کہ :-

ایسرك ان محمدًا عندنا نضرب عنقه؛ وانك فی اھلك فقال لا واللہ ما یسرنی انی فی اھلی وان محمدًا فی مکانه الذی ھو فیه تصیبه شوکة تؤذیه (زاد المعاد ج ۲ صہ ۱۰۹ طبع مصر)	کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلّم) ہمارے پاس ہوں اور ہم ان کی گردن اُڑا دیں اور تجھے چھوڑ دیں کہ تُو اپنے گھر چلا جائے ؟ حضرت خبیبؓ نے فرمایا، خدا کی قسم مَیں تو اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ مجھے تم رہا کردو اور میں اپنے گھر چلا جاؤں اور اس کے صلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں بھی آپ ہیں وہاں ہی ایک کانٹا بھی چبھے اور آپ کو تکلیف ہو۔

(۱۶) حضرت حبیب بن زید انصاریؓ (المتوفی ۱۲ھ) کو جب جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذّاب کے فوجیوں نے گرفتار کرکے مسیلمہ کے سامنے پیش کیا تو اس نے دریافت کیا کہ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کی رسالت کی شہادت دیتے ہو؟ وہ فرمانے لگے ہاں اُس نے سوال کیا :-

اتشهد انی رسول اللہ ؟ فیقول لا اسمع فیقول له مسیلمة لعنه اللہ اتسمع ھذا ولا تسمع ذاك؟	کیا تم اس کی شہادت بھی دیتے ہو کہ میں بھی خدا تعالیٰ کا رسول ہوں؟ حضرت حبیبؓ نے فرمایا میں یہ نہیں سُنتا۔ مسیلمہ

فيقول نعم فجعل يقطعه عضواً	ملعون نے کہا کیا تو پہلی بات تو سنتا ہے اور
عضوا كلما سأله لم يزده على	یہ نہیں سنتا۔ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے
ذالك حتى مات فى يديه	فرمایا ہاں وہ سنتا ہوں اور یہ نہیں سنتا
(تفسير ابن كثير ج ۲ ص۵۶۹ طبع مصر	چنانچہ وہ یہی پوچھتا جاتا تھا اور ان کا ایک
ونحوه فى ج ۲ ص۵۸۸)	ایک عضو کاٹتا جاتا تھا حتیٰ کہ اس کے سامنے
	ہی ان کی جان نکل گئی (رضی اللہ عنہ)

(۱۷) حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رض کو جب رومیوں کے لشکر نے گرفتار کیا اور ان کو ہرقل روم کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے یہ پیش کش کی :۔

تتصروانا اشركك فى ملكى وازوجك	کہ تو عیسائی بن جا اور میں تجھے اپنے ملک
ابنتى فقال له لو اعطيتنى جميع	میں شریک کر لوں گا اور اپنی بیٹی کا تجھ
ماتملك وجميع ماتملكه العرب	سے نکاح کر دوں گا ۔ حضرت عبداللہ
على ان ارجع عن دين محمد صلى	بن حذافہ رض نے فرمایا کہ اگر تو مجھے وہ سب
الله عليه وسلم طرفة عين ما	کچھ دے ڈالے جس کا تو اور اہل عرب
فعلت :۔	مالک ہیں اس شرط پر کہ میں چشم زدن کے
	لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین حق
	سے پھر جاؤں تو میں کبھی ایسا نہیں کرونگا۔

اس کے بعد ان کو بہت سی دھمکیاں دی گئیں اور ان کے سامنے بہت سے مسلمان قیدیوں کو انتہائی دردناک اور عبرتناک سزائیں دی گئیں اور جب ان کو دیگ میں ڈال کر ہلاک کرنے کا وقت آیا تو ہرقل روم اپنے عمائد

سلطنت کے ساتھ انہیں دیکھنے لگا۔ اس موقع پر حضرت عبداللہ بن حذافہؓ رو پڑے۔ ہرقل کو یہ امید پیدا ہوئی کہ شاید جان عزیز کے لیے رو رہا ہے۔ مگر یہ سن کر ہرقل کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ :۔

انی انما بکیت لان نفسی انما هی نفس واحدة تلقی فی هذه القدر الساعة فی الله فاحببت ان یکون لی بعدد کل شعرة فی جسدی نفس تعذب هذا العذاب فی الله۔	حقیقت یہ ہے کہ میں تو اسی لیے رویا ہوں کہ میری جان تو ایک ہے جو اس وقت اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس دیگ میں ڈالی جائے گی میں تو اس کا متمنی ہوں کہ میرے بدن کے ایک ایک رونگٹے میں الگ الگ جان ہوتی اور اللہ تعالےٰ کی رضا کے لیے اس عذاب میں وہ مبتلا ہوتی
(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص۵۸۸)	

الغرض جناب امام الرسل اور خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شاگردوں اور صحابیوں نے حصول رضائے الٰہی، استقامت علی الدین اور آپ کی ذاتِ گرامی کے لیے وہ قربانی اور ایسا ایثار کیا ہے جس کی نظیر دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے شاگردوں اور صحابیوں میں عموماً اور حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کے شاگردوں اور حواریوں میں خصوصاً ہرگز نہیں پائی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ مشہور عیسائی مؤرخ گاڈفری ہیگنس یہ کہنے اور لکھنے پر مجبور ہوا ہے (جس کی تائید کے لیے بیسیوں حوالے مسیحی اقوام کے مذہبی اور تاریخی رہنماؤں کی عبارات میں موجود ہیں) کہ

عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

مسائل نے وہ درجہ نشہ دینی کا آپ کے پیروؤں میں پیدا کیا جس کو (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے...
جب (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کو سُولی پر لے گئے تو اُن کے پیرو بھاگ گئے، ان کا نشہ دینی جاتا رہا اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چل دیے۔ برعکس اس کے (حضرت) محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر دشمنوں پر آپ کو غالب کیا۔ (اپالوجی گاڈفری ہیگنس ترجمہ اردو ص۷۶ مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ع)

قارئین! آپ حضرت یسوع مسیحؑ کی تعلیم اور اُن کے شاگردوں اور حواریوں کے کارنامے جو انجیلِ مقدس میں مندرج ہیں ملاحظہ کر چکے اور دُنیا کے سردار اور رُوحِ حق حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم کی پاکیزہ تعلیم اور آپ کے صحابہ کرام رضؓ کے چند چیدہ چیدہ تاریخی حوالجات بھی ملاحظہ کر چکے، اب انصاف سے دونوں کے پیروؤں کا تقابل اور توازن کرکے سوچیں کہ کس کا پلّہ بھاری ہے؟ اور اِس گئے گزرے زمانہ میں بھی صدہا گرد شوں کا طوفان مخلص مسلمانوں کے دلوں سے نہ تو حُبّ اللہ اور عشقِ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو نکال سکتا ہے اور نہ مال وزر اور بے وفا دولت اور عورت کے رُومانی سمندر میں ڈبو سکتا ہے :۔

کوئی حملہ بھی طوفاں کا ڈبو سکتا نہیں اس کو
مہیّا جو نے ساحل پہ ہر موجِ رواں کر لے

بدکار مسیحؑ

انجیل مقدس نے حضرت یسوع مسیحؑ کو بدکاروں کے زمرہ میں شمار کیا ہے (معاذ اللہ) اور اس پر خود حضرت یسوع مسیحؑ کی مُہرِ تصدیق بھی ثبت کی ہے۔ چنانچہ انجیل لُوقا باب ۲۲ آیت ۳۷ میں ہے "کیونکہ مَیں تم سے کہتا ہوں کہ جو کچھ لکھا گیا ہے کہ وہ بدکاروں میں گِنا گیا اس کا میرے حق میں پورا ہونا ضرور ہے اس لیے کہ جو کچھ مجھ سے نسبت رکھتا ہے وہ پورا ہونا ضرور ہے"۔

حیرت ہے کہ جب حضرت یسوعؑ بدکاروں میں لکھے گئے (معاذ اللہ) تو وہ لوگوں کے منجّی کیونکر ہو گئے؟ کیا بدکار بھی منجّی ہو سکتے ہیں؟ اہلِ اسلام پیغمبروں کو احکامِ خداوندی کے مبلّغ اور راہنما یقین کرتے ہیں۔ حقیقی طور پر منجّی تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی کو ہی سمجھتے ہیں۔ بعہذا وہ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام معصوم ہوتے ہیں۔

اگر حضرت یسوعؑ خدا کے بیٹے ہیں اور ساتھ ہی بدکار بھی ہیں (العیاذ باللہ) تو پادری صاحبان ہی ازراہِ انصاف و دیانت یہ بتلا دیں کہ دُنیا میں بے شمار لوگوں کے بہت سے بیٹے تو نیک اور صالح ہوں اور خدا تعالیٰ کا اکلوتا بیٹا ہو اور ہو وہ بھی بدکار، کیا اس میں ذاتِ خداوندی پر تو حرف نہ آئے گا کیونکہ مشہور تو یہی ہے کہ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ ؏

اور زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

توہین انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام (العیاذ باللہ)

اللہ تعالیٰ نے جن برگزیدہ شخصیتوں کو لوگوں کے رشد و ہدایت اور اصلاح و تزکیہ کے لیے انتخاب فرمایا ہے، ان کو ان تمام صفاتِ حمیدہ سے متّصف فرمایا ہے جو اُن کے بلند اور رفیع مقام اور شان کے لائق ہیں اور اُن سب رذائل اور آلائشوں سے محفوظ رکھا ہے جو ان کی جلالتِ شان کے منافی اور نامناسب ہیں۔ کفر و شرک، چوری و بدکاری، شراب نوشی اور زنا، جھوٹ اور مکر و فریب کاری اور دھوکہ وغیرہ غرضیکہ تمام صغائر و کبائر سے اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ اور مصون رکھا ہے اور ہر طرح سے ان کی حفاظت فرما کر اُن کو عصمت و عفّت کا اونچا مقام مرحمت فرمایا ہے۔ تمام اہلِ اسلام انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسلام کی عصمت کا عقیدہ رکھتے اور اس پر کامل یقین کرتے ہیں۔ ہاں اجتہادی لغزش اور غلطی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام سے بھی سرزد ہو سکتی ہے لیکن نہ تو وہ صغیرہ کی مد میں ہوتی ہے اور نہ کبیرہ کی زد میں، وہ چیز ہی الگ ہے اور ایسے ہی نسیان و خطا اور اجتہادی لغزشوں کے مقامات پر ان کے بلند اور ارفع مقام کے پیشِ نظر بفحوائے حسنات الابرار سیّئات المقرّبین اللہ تعالیٰ نے تشدیداً اس کو عصیان و غوایت، ظلم اور ذنب کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے حالانکہ درحقیقت نہ تو وہ صغائر ہیں اور نہ کبائر کیونکہ گناہ کے لیے قصد و ارادہ ضروری ہوتا ہے مگر یہ افعال ان سے غیر ارادی اور غیر شعوری اور نسیان وغیرہ کے طریقے سے سرزد ہوئے ہیں اور جو قصد و ارادہ سے

سرزد ہوئے ہیں وہ محض اجتہادی لغزش کا نتیجہ ہیں اور گناہ نہیں اور ان کی وجہ سے اُن کی عصمت پر ہرگز کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اسی طرح بعض مقامات میں صرف تعریض اور صورت کے لحاظ سے نظر بظاہر بعض خلاف واقع قول ان کی طرف نسبت کئے گئے ہیں لیکن حقیقت میں نہ تو وہ گناہ ہیں اور نہ جرم یہی وجہ ہے کہ ان تمام چیزوں کے ہوتے ہوئے پھر بھی تمام اہلِ اسلام انبیاءِ کرام علیہم السلام کو معصوم ہی سمجھتے ہیں اور جملہ صغائر و کبائر سے ان کو منزّہ اور مبرّا یقین کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جب ہم کتابِ مقدس اور انجیل مقدس کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے بارے میں ایسی گندی اور فحش باتیں اور ایسے مکروہ اور دل آزار افعال اور ایسے بُرے اور قبیح اعمال نظر آتے ہیں جن کو پڑھ کر حیا کے مارے آنکھیں زمین میں گڑ جاتی ہیں۔ نگاہیں پُرنم ہوتی اور دل سیماب کی طرح لرزتا ہے۔ رُوح کانپتی اور بدن پر کپکپی طاری ہوتی ہے اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے اور زمین پاؤں تلے سے نکلتی معلوم ہوتی ہے کہ اے خالقِ کائنات ایسے لوگ اور ایسی کتابیں بھی دُنیا میں موجود ہیں جن کا نظریہ اور عقیدہ تیرے برگزیدہ اور معصوم نبیوں اور پیغمبروں کے متعلّق یہ ہے اور زبان یہ کہنے پر مجبور ہوتی ہے کہ ؎

الٰہی کیوں نہیں آتی قیامت ماجرا کیا ہے

حضرت نوح علیہ السلام

توارت یہ بتاتی ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام نے (العیاذ باللہ) شراب

پی اور اپنے گھر میں اس کے نشہ سے برہنہ ہو گئے۔ ملاحظہ کیجئے:۔

"اور نوح کاشتکاری کرنے لگا اور اُس نے ایک انگور کا باغ لگایا۔ اور اُس نے اُس کی مے پی اور اُسے نشہ آیا اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔" (تورات، باب پیدائش باب ۹ آیت ۲۰۔۲۱)

کون غیور انسان اور باحیا اور شریف آدمی اس کو تسلیم کر سکتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر اور ذوالعزم نبی نے شراب پی اور ان کو نشہ آیا اور ڈیرے میں برہنہ ہو گئے؟ (نعوذ باللہ منہ)

حضرت لوط علیہ السلام

ان کے متعلق بھی تورات کی کہانی اور پادریوں کا اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے تراشہ ہوا افسانہ ملاحظہ فرمایئے:۔

"اور لوط صغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اُس کی دونوں بیٹیاں اُس کے ساتھ تھیں کیونکہ اُسے صغر میں بستے ڈر لگا اور وہ اور اُس کی دونوں بیٹیاں غار میں رہنے لگے۔ تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڈھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں اور اُس سے ہم آغوش ہوں تاکہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اُنھوں نے اُسی رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی پر اُس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اُٹھ گئی۔ اور دوسرے روز یوں ہوا

پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو مَیں اپنے باپ سے
ہم آغوش ہوئی آؤ آج رات بھی ہم اس کو مے پلائیں اور تو بھی
جا کر اُس سے ہم آغوش ہو تا کہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں ۵
سو اُس رات بھی اُنھوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی
گئی اور اُس سے ہم آغوش ہوئی پر اُس نے نہ جانا کہ وہ کب
لیٹی اور کب اُٹھ گئی ۵ سو لُوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے
حاملہ ہوئیں ۵ اور بڑی کے ایک بیٹا پیدا ہوا اور اُس نے اُس کا
نام موآب رکھا وہی موآبیوں کا باپ ہے جو اب تک موجود ہیں ۵
اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا پیدا ہوا اور اس کا نام بن عمّی رکھا وہی
بنی عمّیوں کا باپ ہے، جو اب تک موجود ہیں ۵

(توراۃ کتاب پیدائش، باب ۱۹ آیت ۳۱ تا ۳۸)

داد دیجئے کتاب مقدّس کی اس تعلیم کی، غالباً دنیا میں کوئی غیر مسلم بازاری کنجری بھی اس کو گوارا نہ کرے گی کہ اپنے باپ کو شراب پلا کر اُس سے ہم آغوش ہو کر زنا کرائے مگر غضب ہے اس تعلیم پر کہ نبی معصوم حضرت لوط علیہ السّلام کی ایک نہیں بلکہ دو مؤمن بیٹیاں اس جذبہ اور شوق سے اپنے باپ کو شراب پلا کر باری باری زنا کرواتی ہیں کہ بُڈھے باپ کی نسل کو باقی رکھ سکیں اور بالآخر وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی ہو جاتی ہیں۔ اور دونوں کو باپ کا حمل بھی ہوتا ہے اور دونوں لڑکے جنتی ہیں جو بہت بڑی دو قوموں کے باپ قرار پاتے ہیں۔ (لاحول ولا قوّۃ الّا باللہ) کوئی وجہ

معلوم نہیں ہوتی کہ جن عیسائی ملکوں میں قحط الرّجال ہے اور جہاں عورتیں مردوں کی شکل تک کو ترستی ہیں، انہوں نے اِس سُنّتِ لوط پر عمل نہ کیا ہو اور قوم اور ملک کی بہبودی اور ترقی کا بارِ گراں اپنے باپوں سے ہم آغوش ہو کر اپنے نازک کندھوں اور اپنی جبین اور خوبصورت چھاتیوں اور گلابی رخساروں پر نہ اٹھایا ہو کیونکہ آخر یہ کتاب مقدس کی مرکزی کتاب تورات کا حکم ہے جس کے بارے میں حضرت یسوع مسیح ؑ بھی یہ کہنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ :-

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں ٥ کیونکہ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پُورا نہ ہو جائے ٥" (انجیل متی باب ۵ آیت ۱۷-۱۸)

جب تورات کا ایک شوشہ یا نقطہ نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے تو بھلا یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ تورات کی یہ مذکورہ بالا کمر آیتیں پادری صاحبان اور اُن کی پیاری بیٹیوں کے عمل سے رہ گئی ہوں ؟

حضرت داؤد علیہ السلام

خدا تعالیٰ کے پیارے اور لاڈلے نبی اور خلیفۃ اللہ فی الارض حضرت داؤد علیہ السّلام جن کی بہت سی منکوحہ بیویاں اور کافی تعداد میں لونڈیاں موجود

تھیں مگر بائیبل کے بیان کے مطابق انہوں نے اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کی اور وہ ان سے حاملہ ہوگئی۔ اور یہ بدکاری بھی محض اس لیے کی کہ وہ نہایت خوبصورت تھی اور جس کو دیکھ کر حضرت داؤد علیہ السّلام سے بالکل نہ رہا گیا۔ (معاذ اللہ) چنانچہ سموئیل ۲۔ باب ۱۱، آیت ۲ تا ۵ میں ہے کہ :۔

"اور شام کے وقت داؤد اپنے پلنگ پر سے اُٹھ کر بادشاہی محل کی چھت پر ٹہلنے لگا اور چھت پر سے اُس نے ایک عورت کو دیکھا جو نہا رہی تھی اور وہ عورت نہایت خوبصورت تھی ۰ تب داؤد نے لوگ بھیج کر اُس عورت کا حال دریافت کیا اور کسی نے کہا، کیا وہ العام کی بیٹی بت سبع نہیں جو حتّی اوریاہ کی بیوی ہے؟ ۰ اور داؤد نے لوگ بھیج کر اسے بلا لیا، وہ اس کے پاس آئی اور اُس نے اس سے صحبت کی (کیونکہ وہ اپنی ناپاکی سے پاک ہو چکی تھی) پھر وہ اپنے گھر کو چلی گئی ۰ اور وہ عورت حاملہ ہوگئی سو اُس نے داؤد کے پاس خبر بھیجی کہ میں حاملہ ہوں ۰"

قارئین کرام! اگر بالفرض داؤد علیہ السلام کی ایک بیوی بھی نہ ہوتی تب بھی ہرگز ہرگز یہ بیہودہ حرکت نہ کرتے کہ پہلے تو شاہی محل کی چھت پر چڑھ کر بیگانی اور غیر محرم عورت کو دیکھتے اور پھر غضب یہ ہے کہ وہ بھی اُس کو غسل کرتے ہوئے اور عورت بھی وہ جس کا خاوند زندہ ہے اور وہ قوم اور ملک کی طرف سے مدافعت کرتے ہوئے فریضۂ جہاد ادا کر رہا ہے اور وہ شخص تھا بھی ان کا پڑوسی اور استثناء باب ۵ آیت ۲۱ میں ہے کہ "تو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا الخ

مگر حضرت داؤد ہیں کہ ان پہ اس نہایت خوبصورت عورت کا عشق سوار ہو گیا ہے اور جب تک لوگوں کو بھیج کر اس عورت کو اپنے پاس منگوا نہیں لیتے اور پھر اس سے صحبت کر کے اُسے حاملہ نہیں کر دیتے انہیں چین اور قرار ہی نہیں آتا (العیاذ باللہ) اور پھر جب وہ حاملہ ہوتی ہے تو حضرت داؤد کو یہ پیغام بھیجتی ہے کہ میں حاملہ ہو گئی ہوں۔ اس کا مطلب بظاہر یہی ہو گا کہ خاوند تو عرصہ سے گھر میں ہے نہیں اور میں اس کی غیر حاضری میں حاملہ ہو گئی ہوں اب یہ حمل کوئی مداری کا دھاگہ تو ہے نہیں جو چُھر راشٹ کر کے کہیں غائب ہو جائے اس لیے مجھے کوئی صورت بتائیں کہ میں خاوند اور لوگوں کے سامنے کس طرح سرخرو ہو سکتی ہوں؟ اور کیونکہ ان میں یہ اعتماد اور اعتبار پیدا کر سکتی ہوں کہ مجھے حمل نہیں اور اگر ہے تو خاوند کا ہے۔ حضرت داؤد بھی آخر بادشاہ تھے، انہوں نے اپنے رقیب حتی اوریاہ کو ایک ایسے مورچہ پر بھیج کر قتل کروا دیا جہاں سے اس کا زندہ اور صحیح سالم واپس آنا عالم اسباب میں بالکل محال تھا۔ پھر کیا تھا؟ حضرت داؤد اور بت سبع کے مزے تھے چنانچہ اُس عورت نے لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کے لیے اپنے شوہر کا کچھ ماتم بھی کیا اور پھر وہ حضرت داؤد کی بیوی بنی۔ چنانچہ حتی اوریاہ کے قتل کی پوری دلخراش داستان کے بعد لکھا ہے کہ :-

"سو تو نے کیوں خداوند کی بات کی تحقیر کر کے اُس کے حضور بدی کی؟ تو نے حتی اوریاہ کو تلوار سے مارا اور اس کی بیوی لے لی تاکہ وہ تیری بیوی بنے اور اس کو بنی عمون کی تلوار سے قتل کروایا"

(۲ سموئیل باب ۱۲ آیت ۹)

اور باب ۱۱ آیت ۲۷ میں ہے کہ:۔

" اور جب سوگ کے دن گزر گئے تو داؤد نے اُسے بلا کر اس کو اپنے محل میں رکھ لیا اور وہ اس کی بیوی ہو گئی اور اُس سے اس کے ایک لڑکا پیدا ہُوا پر اس کام سے جسے داؤد نے کیا تھا خداوند ناراض ہُوا۔"

آخر خداوند بڑا عادل اور غیور ہے، وہ ربڑ کا تو ہے نہیں جس کو غصّہ نہ آئے وہ کیوں اس فعل بد پر ناراض نہ ہوتا؟ کہ حضرت داؤد نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لیے حتّی اوریّاہ کی بیوی سے زنا کیا اور وُہ اس فعل کی وجہ سے حاملہ بھی ہوئی پھر تلوار سے اس کو قتل کروا دیا۔ یک نہ شد دو شد۔ زنا بھی ہو اور قتل بھی ہو۔ پھر خداوند کیوں نہ ناراض ہو!

تورات استثنار باب ۲۷ آیت ۲۴ میں ہے :۔

" لعنت اُس پر جو ہمسایہ کو پوشیدگی میں مارے اور سب لوگ کہیں آمین۔"

اور خداوند نے اپنے غصّے اور ناراضگی کے اظہار کے لیے ایک صورت یہ بھی اختیار فرمائی کہ:۔

" سو خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں شر کو تیرے ہی گھر سے تیرے خلاف اُٹھاؤں گا اور میں تیری بیویوں کو لے کر تیری آنکھوں کے سامنے تیرے ہمسایہ کو دوں گا اور وہ دن دہاڑے تیری بیویوں سے صحبت کرے گا۔ کیونکہ تُو نے تو چھُپ کر یہ کیا پر میں سارے اسرائیل

کے رُوبرو دن دہاڑے یہ کروں گا۔" (باب ۱۲، آیت ۱۱، ۱۲)

کون شریف انسان ان خرافات کو حضرت داؤد علیہ السّلام کے خلاف سُن اور برداشت کر سکتا ہے؟ (العیاذ باللہ) اور اس واقعہ سے متاثر ہو کر نہ معلوم کتنے پادری صاحبان نے نہایت خوبصورت عورتوں کی عصمتیں لُوٹی ہوں گی اور کتنے ہی بے گناہ خاوندوں کو ٹھکانے لگایا ہوگا؛ جب حضرت داؤد علیہ السّلام کے لیے ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہ تھا تو بھلا پادری صاحبان کے لیے ایسا کرنے میں آخر کیا حرج ہے۔ (العیاذ باللہ)

یہ یاد رہے کہ یہی بت سبع حضرت سلیمانؑ کی والدہ تھی چنانچہ انجیل متی باب ۱ آیت ۷ میں ہے:-

"اور داؤد سے سلیمان اُس عورت سے پیدا ہوا جو پہلے اوریاہ کی بیوی تھی۔"

اور انجیل متی باب ۱ میں اس کی تصریح ہے کہ اسی عورت کی نسل سے حضرت مسیحؑ کی ولادت ہوئی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السّلام

باوجودیکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویاں اور تین سو لونڈیاں ان کے پاس رہتی تھیں۔ بائبل کی کہانی کے مطابق وہ پھر بھی بہت سی اجنبی عورتوں کے دام محبت میں گرفتار تھے (العیاذ باللہ) چنانچہ سلاطین ۱ باب ۱۱ آیت ۱ تا ۶ میں ہے۔

"اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی، عمونی، ادومی، صیدانی اور حتّی عورتوں سے محبت کرنے لگا ۰ یہ اُن قوموں کی تھیں جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم اُن کے بیچ نہ جانا اور نہ وہ تمہارے بیچ آئیں کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کر لیں گی۔ سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا ۰ اور اس کے پاس سات سو شہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں (لونڈیاں) تھیں اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا جیسا اس کے باپ داؤد کا دل تھا ۰ (اور حضرت داؤد کے دل کا ماجرا بھی آپ بائیبل کے حوالہ سے ابھی ابھی پڑھ چکے ہیں (نعوذ باللہ منہ) کیونکہ سلیمان صیدانیوں کی دیوی عستارات اور عمونیوں کی نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا ۰ اور سلیمان نے خداوند کے آگے بدی کی اور اُس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی جیسی اس کے باپ داؤد نے کی تھی ۰"

غور کیجئے کتنا بڑا سنگین جرم بائیبل حضرت سلیمانؑ کے ذمہ تھوپتی ہے کہ سات سو منکوحہ بیویاں جو عام عورتیں نہیں بلکہ شاہزادیاں تھیں جو اپنے حسن و جمال اور خوبصورتی میں اپنی مثال نہ رکھتی ہوں گی اور مستزاد بر آں تین سو لونڈیاں بھی اُن کے حرم میں داخل تھیں مگر باوجود ایک ہزار عورت کے

گھر میں حاضر ہونے کے وہ فرعون کی بیٹی کے عشق میں بھی مبتلا ہوئے اور بہت سے دیگر خاندانوں کی اجنبی عورتوں کی محبت میں گرفتار ہوئے اور انہی کے عشق کا دم بھرنے لگے اور پھر نوبت بایں جا رسید کہ ان عورتوں کے عشق میں گرفتار ہو کر خداوند کے ساتھ شرک بھی انہوں نے کیا اور غیر معبودوں کی طرف مائل ہو کر ان کی پوجا بھی شروع کر دی (معاذ اللہ) حالانکہ خداوند نے ان کاموں سے منع کیا تھا پر وہ باز نہ آئے۔ چنانچہ اسی باب کی آیت ۹ اور ۱۰ میں ہے کہ :-

"اور خداوند سلیمان سے ناراض ہوا کیونکہ اس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے پھر گیا تھا جس نے اُسے دوبار دکھائی دے کر اس کو اس بات کا حکم کیا تھا کہ وہ غیر معبودوں کی پیروی نہ کرے پر اُس نے وہ بات نہ مانی جس کا حکم خداوند نے دیا تھا"

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ خود خداوند ایک بار نہیں بلکہ دو بار حضرت سلیمانؑ کو دکھائی دے کر بالمشافہ یہ حکم دیتا ہے کہ غیر معبودوں کی پیروی نہ کرنا مگر غضب ہے کہ حضرت سلیمان نے وہ بات نہ مانی جس کا حکم اُن کو خداوند نے دیا تھا جب اُن کا دل خداوند سے پھر گیا تو خداوند کا اُن سے ناراض ہو جانا ایک ناگزیر امر تھا۔ ملاحظہ کیجئے اس پادریانہ داستان کو جس سے خداوند کے معصوم پیغمبر کو (معاذ اللہ) کس طرح خدا تعالےٰ کے احکام کا نافرمان ثابت کیا ہے اور کس طرح بہت سی اجنبی عورتوں کے عشق کے سمندر میں غرقاب کر دیا ہے اور کس انداز میں غیر معبودوں کی پرستش کروا کر پادری صاحبان نے

اپنے قلب ماؤف کی تسکین کا سامان مہیا کیا ہے (لاحول ولاقوۃ) جس میں مسیحی مسلک کی نازنینوں کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ اپنے مذہبی پیشواؤں کی تکمیل خواہش سلف کی پوری پیروی ہے (معاذ اللہ) اور گرجوں اور کلیساؤں میں یہ خدمت بھی ادا کی جا سکتی ہے جہاں ایک ایک لمحہ میں ہزاروں حسینوں اور دوشیزاؤں پر روحانی نظر پڑتی اور پڑ سکتی ہے ۔

اِک دل ہے اور اس میں ہزاروں قیامتیں
پھرتا ہوں ساتھ کوچۂ جاناں لیے ہوئے

حضرت ہوسیع نبی علیہ السلام

بائیبل کے بیان کے مطابق شاہ اسرائیل یربعام بن یوآس کے ایام میں خداوند کا کلام ہوسیع (الیسع علیہ السلام) بن بیری پر نازل ہوا مگر بائیبل یہ بھی بتاتی ہے کہ خداوند نے ان کو یہ حکم دیا تھا کہ بدکار بیوی اور بدکاری کی اولاد اپنے لیے لے اور انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی تھی چنانچہ ہوسیع باب ۱، آیت ۲، ۳ میں ہے :۔

" جب خداوند نے شروع میں ہوسیع کی معرفت کلام کیا تو اس کو فرمایا، جا ایک بدکار بیوی اور بدکاری کی اولاد اپنے لیے لے کیونکہ مُلک نے خداوند کو چھوڑ کر بڑی بدکاری کی ہے ۔ پس اُس نے جا کر جُمر بنت دبلائم کو لیا وہ حاملہ ہوئی اور بیٹا پیدا ہوا "

اگر ایسی بدکار عورت سے نکاح ہی کا ذکر ہوتا تب بھی بعید کی کوئی تاویل کر

لی جاتی حالانکہ ایسی فاحشہ عورت سے کسی نبی کا نکاح بھی تجویز کرنا پڑے جگر
اور گردے والے کا کام ہے کیونکہ نبی کی حیثیت بہت ہی اونچی ہوتی ہے
مگر یہاں نکاح کا ذکر تک نہیں اور ظاہری الفاظ عشق رومانی کی بولتی تصویر ہے
بلکہ باب ۲، آیت ۲ میں ہے کہ :-

"تم اپنی ماں سے حجت کرو کیونکہ نہ وہ میری بیوی ہے اور نہ میں
اُس کا شوہر ہوں کہ وہ اپنی بدکاری اپنے سامنے سے اور اپنی
زناکاری اپنے پستانوں سے دور کرے ہ"

اور آیت ۴ میں ہے :-

"مَیں اس کے بچوں پر رحم نہ کروں گا کیونکہ وہ حلال زادہ نہیں
ہیں ہ"

ظاہر امر ہے کہ جب بچے حلال زادہ نہیں اور عورت زناکار اور بدکار ہے
اور حاملہ بھی وہ ہوسیع سے ہوتی ہے اور بیٹا بھی پیدا ہوتا ہے تو پھر نکاح
کا سوال کس طرح پیدا ہو سکتا ہے ؟ اور باب ۳ آیت ۱ میں ایک اور عورت
سے ہوسیع کو عشق و محبت کرنے کا حکم ہوا تھا :-

"خداوند نے مجھے فرمایا جا اُس عورت سے جو اپنے یار کی پیاری
اور بدکار ہے محبّت رکھ جس طرح خداوند بنی اسرائیل سے جو
غیر معبودوں پر نگاہ کرتے ہیں اور کشمش کے کلچے چاہتے ہیں
محبت کرتا ہے ہ"

یہ لیجئے اب تو بات ہی بالکل واضح ہو گئی ہے کہ خداوند نے ہوسیع کو یا کسی

ایک پیاری سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے بعینہ اسی طرح جس طرح خود خداوند نے غیر معبودوں پر نگاہ کرنے والے اور کشمش کے لذیذ اور مرغوب کلچے کھانے والے اسرائیلیوں سے محبت کی ہے۔

حضرت سمسون نبی علیہ السلام

بائیبل کے بیان کے مطابق سمسون نبی نے (جنہوں نے تین سو لومڑیاں پکڑیں اور مشعلیں لیں اور دُم سے دُم ملائی اور دو دو دُموں کے بیچ میں ایک ایک مشعل باندھ دی۔ (قضاۃ باب ۱۵ آیت ۴) نہ معلوم نبی نے یہ بیکار مشغلہ کیوں اختیار کیا؟ اور جنہوں نے گدھے کے جبڑے کی ہڈی سے ایک ہزار آدمی مارا۔ آیت ۱۶) ایک کسبی عورت سے شب باشی کی اور دل کے ارمان نکالے۔ (معاذ اللہ) چنانچہ قضاۃ باب ۱۶، آیت ۱-۲ میں ہے کہ:-

"پھر سمسون غزہ کو گیا وہاں اُس نے ایک کسبی دیکھی اور اس کے پاس گیا ٥ اور غزہ کے لوگوں کو خبر ہوئی کہ سمسون یہاں آیا ہے انہوں نے اُسے گھیر لیا اور ساری رات شہر کے پھاٹک پر اس کی گھات میں بیٹھے رہے پر رات بھر چُپ چاپ رہے اور کہا کہ صبح کو روشنی ہوتے ہی ہم اسے مار ڈالیں گے ٥"

آگے طویل داستان لکھی ہے کہ لوگ ان کو قتل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے اور اسی پر بس نہیں کہ سمسون نے صرف ایک کسبی پر ہی اکتفا کر لی۔

بلکہ اُن پر ایک اور عورت کا عشق بھی غالب آگیا۔ قضاۃ باب ۱۶ آیت ۴ میں ہے ۔" اس کے بعد سُورق کی وادی میں ایک عورت سے جس کا نام دلیلہ تھا اُسے عشق ہوگیا۔"

قارئین کرام :- یہ ہیں بائیبل کے جواہر پارے جو خدا تعالےٰ کے رسولوں اور نبیوں سے متعلق ہیں (العیاذ باللہ)۔ کون سا شریف انسان اس کو تسلیم کرسکتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام نے شراب پی اور برہنہ ہوگئے حضرت لُوط علیہ السّلام نے اپنی دو لڑکیوں سے زنا کیا اور دونوں کو حمل ہوگیا ۔ حضرت داؤد علیہ السّلام نے پڑوسی کی بیوی سے صحبت کی اور اس کو حمل ہوگیا اور پھر اس کو تلوار سے قتل کرا اور کروا دیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السّلام اجنبی عورتوں سے عشق کرنے لگے اور غیر معبودوں کی طرف اُن کا دِل مائل ہوگیا اور عشارات دیوی کی پرستش شروع کردی اور ہوسیع اور سمسون جو بائیبل کے بیان کے مطابق نبی تھے اور کسبی عورتوں سے اور بدکار عورتوں سے چھپ چھپ کر شب باشی کرتے تھے (نعوذ باللہ من ہٰذہ الخرافات)

حضرت یعقوب علیہ السّلام کی خدا تعالیٰ سے کُشتی

حضرت یعقوب علیہ السّلام کے متعلق بائیبل یہ بیان کرتی ہے کہ انہوں نے خدا تعالےٰ سے کشتی لڑی اور خدا پر غالب آگئے (العیاذ باللہ) چنانچہ تورات کتاب پیدائش باب ۳۲ آیت ۲۴ تا ۳۰ میں ہے کہ :-

" اور یعقوب اکیلا رہ گیا اور پَو پھٹنے کے وقت تک ایک شخص وہاں

اُس سے کشتی لڑتا رہا ہ جب اُس نے دیکھا کہ وُہ اس پر غالب نہیں
ہوتا تو اُس کی ران کو اندر کی طرف سے چھُوا اور یعقوب کی ران
کی نس اُس کے ساتھ کشتی کرتے میں چڑھ گئی ہ اور اُس نے کہا
مجھے جانے دے کیونکہ پو پھٹ چلی ۔ یعقوب نے کہا کہ جب تک
تُو مجھے برکت نہ دے مَیں تجھے جانے نہیں دوں گا ہ تب اس نے
اُس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے اُس نے جواب دیا یعقوب ہ
اس نے کہا کہ تیرا نام آگے یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہو گا کیونکہ
تُو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور غالب ہوا ہ تب
یعقوب نے اُس سے کہا کہ میں تیری منت کرتا ہوں تو مجھے اپنا
نام بتا دے اُس نے کہا کہ تُو میرا نام کیوں پوچھتا ہے؟ اور اُس نے
اُسے وہاں برکت دی ہ اور یعقوب نے اُس جگہ کا نام فنی ایل رکھا اور کہا
کہ مَیں نے خدا کو روبرو دیکھا تو بھی میری جان بچی رہی ہ"

رُوبرو دیکھنے ہی کا کیا سوال بلکہ خدا تعالےٰ سے کشتی بھی لڑی اور خود خداوند کے اقرار کے مطابق حضرت یعقوب علیہ السّلام نے خدا اور آدمیوں سے زور آزمائی کی اور غالب ہوا۔ اور ساری رات خداوند سے کشتی لڑنے میں گزار دی اور جب تک خداوند نے پہلوانوں کا پینترا کھیل کر حضرت یعقوبؑ کی ران کی نس اوپر نہ چڑھا دی ۔ خداوند کی گلو خلاصی مشکل ہو گئی اور تعجب ہے کہ حضرت یعقوب نے بھی بزورِ پہلوانی جب تک خداوند سے برکت نہ لے لی اس کو ایک قدم آگے نہ چھوڑا (لاحول ولاقوۃ الّا باللہ) یہ ہے بائبل کا خداوند کے بارے میں نظریہ

کہ وہ رات کی تاریکی میں اپنے بندوں سے دنگل کرتا اور کُشتی لڑتا ہے اور اپنے ایک بندہ کو بھی پَو پھٹنے تک پچھاڑنے سے یکسر قاصر ہے اور بالآخر بندہ ہی زور آزمائی میں غالب آتا ہے (العیاذ باللہ) اور حضرت یعقوب کو بھی یہ خیال نہیں آتا کہ مَیں مخلوق، محکوم اور عابد ہو کر اپنے خالق، حاکم اور معبود سے کیوں کُشتی لڑوں؟ اور پھر مَیں بجبر اور بزورِ دنگل کیوں اپنے آقائے حقیقی سے برکت لوں بلکہ لُوٹوں تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔

حضرت اسحاق علیہ السلام

توراۃ میں ہے کہ العیاذ باللہ انہوں نے بھی اپنے بیٹے عیسو کے ہاتھ سے شراب پی، چنانچہ توراۃ پیدائش باب ۲۷ آیت ۲۵ میں ہے کہ :-

"تب اُس (اضحاق) نے کہا کھانا میرے آگے لے آ اور میں اپنے بیٹے کے شکار کا گوشت کھاؤں تاکہ دِل سے تجھے دُعا دُوں سو وُہ اُسے اُس کے نزدیک لے آیا اور اس نے کھایا اور وہ اس کے پینے کو مَے لایا اور اُس نے پی ۵"

حضرت اسحاق علیہ السّلام جو حضرت خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السّلام کے فرزند ارجمند اور حضرت یعقوب علیہ السّلام کے والدِ محترم اور حضرت یوسف علیہ السّلام کے دادا بزرگوار تھے جن سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے الکریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم کے پیارے الفاظ سے یاد فرمایا ہے توراۃ کے بیان کے مطابق وہ بھی شرابی تھے۔ (نعوذ باللہ منہ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ان کی سوتیلی بہن تھی :-

بخاری ج ۱ ص ۴۷۴ اور مسلم ج ۲ ص ۲۶۶ وغیرہ میں آتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بمع اپنی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ علیہا السلام کے (جو رشتہ میں ان کی چچازاد بہن تھیں) ایک ظالم جبار کے علاقہ سے گزرے تو معلوم ہوا کہ وہ خاوند والی عورت کے خاوند کو قتل کر کے پھر اس سے اپنے دل کے ارمان نکالتا ہے۔ اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ میں تجھے اپنی بہن کہوں گا (انك أختي والله ان على الارض من مؤمن غيري وغيرك۔ بخاری ج ۱ ص ۲۹۵ وفی روایۃ مسلم ج ۲ ص ۲۶۶ فانك أختي في الاسلام کیونکہ بخدا تیرے اور میرے بغیر اس سرزمین پر کوئی مومن نہیں اور تو میری دینی بہن ہے) اور اس طرح توریہ کر کے اس ظالم کے پنجۂ استبداد سے گلو خلاصی کرائی۔ نہ تو وہ حضرت ابراہیم ؑ کی حقیقی بہن تھیں اور نہ سوتیلی صرف دینی بہن تھیں اور حقیقۃً زوجہ۔ مگر تورات یہ بتاتی ہے کہ وہ حضرت ابراہیم کی سوتیلی بہن تھی جس سے انہوں نے نکاح کر رکھا تھا چنانچہ تورات پیدائش باب ۲۰ آیت ۱۲ میں ہے کہ :-

" اور فی الحقیقت وہ میری بہن بھی ہے کیونکہ وہ میرے باپ کی بیٹی ہے اگرچہ میری ماں کی بیٹی نہیں پھر وہ میری بیوی ہوئی ۔"

یہ وہی تورات ہے جس میں بقول حضرت یسوع مسیح ؑ ایک شوشہ اور ایک نقطہ کا تغیر نہیں ہو سکتا اور نہ وہ منسوخ ہو سکتی ہے اور نہ حضرت یسوع ؑ

اس کو منسوخ کرنے آئے تھے اس لیے پادری صاحبان خصوصاً اور عام عیسائی صاحبان عموماً اس پر عمل پیرا ہوں گے کہ اپنے باپ کی بیٹیوں اور سوتیلی بہنوں سے نکاح کرتے ہوں گے اور گھر ہی سے دولہا اور دولہن کا کورٹہ پورا کر لیتے ہوں گے۔ اگر وہ اس پر عمل نہیں کرتے تو تورات کے اس حکم کے باغی اور نافرمان تصوّر ہوں گے۔ کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی کہ وہ اس پر عمل نہ کرتے ہوں اور اپنی سوتیلی بہنوں اور باپ کی بیٹیوں سے نکاح کر کے اور ان سے مباشرت کر کے ان کا دل خوش کر کے ثواب دارین کے مستحق نہ ہوتے ہوں، بقول کسے " ہم خرما و ہم ثواب "۔ مگر حیرت ہے کہ تورات کتاب استثناء باب ۲۷ آیت ۲۲ کو کیا کیا جائے :۔

" لعنت اس پر جو اپنی بہن سے مباشرت کرے خواہ وہ اس کے باپ کی بیٹی ہو خواہ ماں کی اور سب لوگ کہیں آمین ٥"

اس حکم کے پیشِ نظر بائیبل کے اس صریح تعارض سے صرف نگاہ کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا کیا مقام ہوگا۔ (العیاذ باللہ)

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی والدہ

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السّلام کے والدِ ماجد کا نام عمران اور والدہ ماجدہ کا نام یوکیدہ تھا اور بائیبل کے بیان کے مطابق اُنہوں نے اپنی پھوپھی سے نکاح کر رکھا تھا (معاذ اللہ)۔ چنانچہ تورات خروج باب ۶ آیت ۲۰ میں ہے کہ :۔

"اور عمرام نے اپنے باپ کی بہن یوکبد سے بیاہ کیا اُس عورت کے اُس سے ہارون اور موسیٰ پیدا ہوئے اور عمرام کی عمر ایک سَو سینتیس ۱۳۷ برس کی ہوئی ۔"

کیسے یقین کر لیا جائے اور کس طرح یہ باور کر لیا جائے کہ عیسائی قوم اور خصوصیّت سے پادری صاحبان اپنی پھوپھیوں اور باپ کی بہنوں سے نکاح نہ کرتے ہوں گے اور تورات کو پسِ پشت ڈال کر خداوندِ اسرائیل اور اس کی مرکزی کتاب تورات کے تارک ہوتے ہوں گے ؟ لابدی ہے کہ وہ اپنی پھوپھیوں کے ساتھ بھی ضرور نکاح کرتے ہوں گے اور جو لڑکے پیدا ہوتے ہوں گے وہ پھوپھی زاد بھائی بھی ہوتے ہوں گے اور صُلبی بیٹے بھی اور اس دُہرے رشتہ کی فضیلت اور اہمیّت کا بھلا پادری صاحبان کیسے انکار کر سکتے ہیں؟ اور کیوں کریں گے ؟

انبیاءِ کرام علیہم السّلام اور جھُوٹ

جھُوٹ ایک ایسی بڑی اور قبیح بُرائی ہے جس کی جتنی بھی مذمّت کی جائے کم ہے اور اصلی آسمانی کتابیں اور صحیفے اور خصوصیت سے قرآن کریم اس کی بے انتہا خرابی بیان کرتا اور لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ کے پُر زور الفاظ استعمال کرتا ہے۔ (توریہ۔ تعریض اور سامع کے خیال میں کسی چیز کا جھُوٹ معلوم ہونا جب کہ متکلّم اپنے عندیہ کے مطابق بالکل سچ کہہ رہا ہو الگ بات ہے اور اس کو حقیقت میں جھُوٹ نہیں کہا جاتا وہ صرف سامع کے

ناقص ذہن یا راوی کی تعبیر میں کذب ہوتا ہے نہ کہ حقیقت میں اگر بائیبل بہت سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف صریح جھوٹ کی نسبت کرتی ہے اور معاذ اللہ ان کو جھوٹا کہتی اور بتاتی ہے۔ چنانچہ تواریخ ۲، باب ۱۸، آیت ۲۰ ۲۱-۲۲ میں ایک ایسی جامع عبارت ہے جو سب نبیوں کے جھوٹ بولنے پر مُہر تصدیق ثبت کرتی ہے (العیاذ باللہ)

"تب ایک روح نکل کر خداوند کے سامنے کھڑی ہوئی اور کہنے لگی میں اسے بہکاؤں گی خداوند نے اس سے پوچھا کس طرح ۰ اُس نے کہا میں جاؤں گی اور اس کے سب نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح بن جاؤں گی۔ خداوند نے کہا تو اُسے بہکائے گی اور غالب بھی ہوگی، جا اور ایسا ہی کر ۰ سو دیکھ خداوند نے تیرے ان نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح ڈالی ہے اور خداوند نے تیرے حق میں بدی کا حکم دیا ہے ۰"

محترم حضرات! غور کیجئے کہ جب سب نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح ڈال دی گئی اور خداوند نے اس کو پسند کرتے ہوئے اس کی اجازت بھی دے دی تو پھر بھلا کسر کیا باقی رہ سکتی ہے اور جھوٹ کیسے گناہ ہو سکتا ہے اور اس پر سزا کیونکر مرتّب ہو سکتی ہے۔

یہ ہیں کتاب مقدس اور بائیبل کے وہ نظریات اور بیانات جو خدا تعالیٰ کے معصوم اور برگزیدہ نبیوں اور رسولوں سے متعلق ہیں (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) ہم ان خرافات کو نقل کرتے وقت لرزہ براندام ہیں مگر پادری صاحبان نے

ان کے اظہار کے لیے ہمیں مجبور کر دیا۔ ورنہ ہرگز دل نہیں چاہتا کہ ان خرافات سے عوام کے دلوں کو زخمی کیا جائے اور اللہ تعالےٰ کے معصوم نبیوں کی طرف جوابی کارروائی میں بھی ایسی سرتاسر بیہودہ اور لغو حرکات غیر ارادی طور پر بھی نسبت کی جائیں (نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات الف الف مرۃ) یہ بات یہود اور نصاریٰ ہی کو زیب دیتی ہے کہ وہ ایسی فرسودہ اور خودتراشیدہ روایات کو سرمایۂ افتخار سمجھ کر سینہ سے لگائے بیٹھے رہیں۔ سچ ہے ؎

یہ امّت روایات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

یہوداہ کی زناکاری

حضرت یعقوب علیہ السّلام کا مومن بیٹا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا بڑا بھائی یہودا اپنے باقی نو بھائیوں سے زیادہ سلیم الطبع اور نیک دِل واقع ہوُا تھا، اس کی اسی سلامت روی کا یہ اثر تھا کہ جب باقی بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السّلام کو قتل کرنے کا منصوبہ تجویز کیا تو یہودا نے کہا اس کو قتل مت کرو بلکہ کسی گمنام کنویں میں ڈال دو تاکہ قافلہ میں سے کوئی اُس کو اٹھا لے۔ قرآن پاک سورۂ یوسف میں اس قول کی تصریح موجود ہے اور مفسّرین کرام کے بیان کے مطابق صاحبِ قول یہودا ہی تھا لیکن بائبل کی روایت کے تحت یہودا نے اپنے پہلوٹھے بیٹے عیر کی بیوہ عورت اور اپنی بہو تمر سے زنا کر کے اس کو حاملہ کر دیا۔ جب اس کے حمل کا علم لوگوں کو ہو گیا تو پہلے

وہ اس کو سزا دینے کے لیے لال پیلے ہو گئے مگر جب بہو پردہ دری پر اُتر آئی تو پھر یہوداہ بات کو آئی گئی کر گئے چنانچہ تورات پیدائش باب ۳۸ آیت ۱۵ تا ۱۸ ۔

"یہوداہ اُسے دیکھ کر سمجھا کہ کوئی کسبی ہے کیونکہ اُس نے اپنا مُنہ ڈھانک رکھا تھا ○ سو وہ راستہ سے اس کی طرف پھرا اور اُس سے کہنے لگا کہ ذرا مجھے بھی اپنے ساتھ مباشرت کر لینے دے کیونکہ اسے بالکل نہیں معلوم تھا کہ وہ اس کی بہو ہے اُس نے کہا تُو مجھے کیا دے گا تا کہ میرے ساتھ مباشرت کرے؟ ○ اُس نے کہا میں ریوڑ میں سے بکری کا ایک بچہ تجھے بھیج دوں گا، اُس نے کہا کہ اس کے بھیجنے تک تو میرے پاس کچھ رہن کر دے گا؟ ○ اُس نے کہا تجھے رہن کیا دوں؟ اُس نے کہا اپنی مہر اور اپنا بازو بند اور اپنی لاٹھی جو تیرے ہاتھ میں ہے اُس نے یہ چیزیں اُسے دیں اور اس کے ساتھ مباشرت کی اور وہ اس سے حاملہ ہو گئی ○"

انتہائی حیرت اور حسرت کی بات ہے کہ اتنی طویل گفتگو بھی دونوں میں ہوتی ہے اور شرطیں بھی طے ہوتی ہیں اور مباشرت بھی ہوتی ہے جس سے حمل بھی قرار پاتا ہے مگر یہوداہ بایں ہمہ اپنی بہو کو نہیں پہچان سکتا اور اُسے کسبی ہی سمجھ کر اُس سے زنا کرتا ہے اور تُف ہے ایسی بہُو پر جو اپنے خسر کے راستہ میں بیٹھ کر داؤ پیچ سے اپنے خسر سے زنا کرواتی ہے اور پھر حاملہ ہوتی ہے، نہ تو اس کا ضمیر اس کو اس فعل قبیح پر ملامت کرتا ہے اور نہ اس کی آنکھوں میں

شرم و حیا ہی باقی رہتی ہے (معاذ اللہ)

اور آیت ۲۴-۲۵ میں ہے :۔

" اور قریباً تین مہینے کے بعد یہودا کو یہ خبر ملی کہ تیری بہو تمر نے زنا کیا اور اُسے چھنالے کا حمل بھی ہے یہودا نے کہا کہ اُسے باہر نکال لاؤ کہ وہ جلائی جائے ○ جب اُسے باہر نکالا تو اُس نے اپنے خسر کو کہلا بھیجا کہ میرے اُسی شخص کا حمل ہے جس کی یہ چیزیں ہیں سو تو پہچان تو سہی کہ یہ مہر اور بازو بند اور لاٹھی کس کی ہے ○ جب قلعی کھلنے لگی تو یہوداہ خاموش ہو کر رہ گئے اور بات آئی گئی کر دی "

اور آیت ۲۷ میں ہے کہ :۔

" اور اس کے وضع حمل کے وقت معلوم ہوا کہ اُس کے پیٹ میں توأم ہیں ○"

اور ان دو جڑواں بچوں کا نام بھی آیت ۲۹ اور ۳۰ میں بتایا گیا ہے کہ ایک کا نام فارص اور دوسرے کا نام زارح رکھا گیا۔ اور اسی زانیہ تمر اور اس کے ناجائز بیٹے فارص کی نسل سے حضرت یسوع مسیح پیدا ہوئے (دیکھئے انجیل متی، آیت ۳) العیاذ باللہ۔ یہ ہے کتاب مقدس اور بائیبل کی دلآزار اور دلخراش داستان جس کو پڑھتے بھی دل کانپتا ہے۔

تحریفِ بائیبل

قارئین کرام! آپ کتاب مقدس کے ان سابقہ حوالجات سے اندازہ لگا چکے

اور اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہوں گے کہ یہ ہرگز ہرگز منزّل من اللہ نہیں بلکہ اس کے اکثر مواد گرجاؤں اور کلیساؤں میں رنگین مزاج پادریوں کی رنگ رلیوں اور عیش کوشیوں کا ثمرہ اور حسین اور خوبصورت عورتوں سے مباشرت کرنے اور مے نوشی کا جذبہ اور ولولہ کارفرما ہے اور بس، اور ان خواہش کے اندھوں نے انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اور ان کی نیک اولاد کی طرف بہت سی بے سروپا باتیں نقل کرکے اپنے لیے تکمیلِ خواہش کا چور دروازہ تیار کر لیا ہے تاکہ ان پر کسی کو اعتراض کرنے کی جرأت اور ہمت نہ ہو اور وہ اپنی پھوپھیوں، سوتیلی بہنوں، بیٹیوں، پڑوسنوں اور بہوؤں تک عورتوں سے جائز و ناجائز مباشرت کرکے آتشِ خواہش کو بجھاتے رہیں اور کوئی ان کو پوچھ نہ سکے مگر حق کہنے اور سنانے والے سناتے ہی رہیں گے :ـ

ہوں گے اِک روز ہمیں مستحقِ دادِ وفا
آج ہم سے کوئی برہم ہے تو برہم ہی سہی

قطع نظر ان مندرجہ بالا امور کے ہمیں کتابِ مقدّس اور بائیبل کے اندرونی اور بیرونی قرائن اور شواہد کے تحت عمیق نظر سے یہ دیکھنا ہے کہ کیا روئے زمین پر کہیں تورات اور انجیل وغیرہ کا کوئی اصل وجود ہے بھی یا نہیں ؟

حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں تورات کا صرف ایک ہی نسخہ تھا :ـ

قرآنِ کریم کی طرح نہ تو تورات کے حفظ کا کوئی رواج تھا اور نہ اس کے یاد کرنے کا کوئی خدائی حکم ہی تھا کہ اس کو ہر اسرائیلی ازبر کر لے اور حضرت موسیٰ

علیہ السلام نے تورات کا صرف ایک ہی نسخہ لکھا تھا۔ چنانچہ تورات استثناء باب ۳۱ آیت ۲۴-۲۵-۲۶ میں ہے کہ :-

" اور ایسا ہوا کہ جب حضرت موسیٰ اس شریعت کی باتوں کو ایک کتاب میں لکھ چکا اور وہ ختم ہوگئیں ۰ تو موسیٰ نے لاویوں سے جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اُٹھایا کرتے تھے کہا کہ ۰ اس شریعت کی کتاب کو لے کر خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کے پاس رکھ دو تاکہ وہ تیرے برخلاف گواہ رہے کیونکہ میں تیری بغاوت اور گردن کشی کو جانتا ہوں۔ دیکھو ابھی تو میرے جیتے جی تم خداوند سے بغاوت کرتے رہے ہو تو میرے مرنے کے بعد کتنا زیادہ نہ کرو گے ؟"

اس سے صاف طور پر یہ معلوم ہوا کہ تورات کا صرف ایک ہی نسخہ حضرت موسیٰ نے لکھا ہے اور خداوند کے عہد کے صندوق برداروں کے سپرد کر دیا جو خداوند کے عہد کے صندوق کے پاس رکھا اور پڑا رہتا تھا۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اچھی طرح اپنے ان صندوق برداروں کے کارناموں سے واقف تھے اور یہی وجہ ہے کہ صاف لفظوں میں ان کی بغاوت اور گردن کشی کا ذکر فرماتے ہیں اور وہ اپنی وفات کے بعد ان کی سرکشی اور بغاوت سے اور زیادہ خائف تھے اور کوئی وجہ نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ خطرہ بلا سبب ہو۔ اور حضرت ...نے صاف صاف لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا کہ "کیونکہ تم نے زندہ خدا ... الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا ہے" ایک نبی نے تو صرف خطرے ... اظہار فرمایا تھا مگر بعد کو آنے والے نبی نے اس کا وقوع بھی بتلا دیا۔

ﻠﻪ یرمیاہ ۲۳-۳۶

تورات صرف ساتویں سال کے بعد سنائی جاتی تھی:

اگر اس ایک نسخہ کو لوگ روزانہ پڑھتے پڑھاتے تب بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے کان تورات کے احکام اور آیات سے شناسا اور مانوس ہوں گے مگر غضب تو یہ ہے کہ تورات صرف ساتویں سال کے بعد پڑھ کر سنائی جاتی تھی۔ چنانچہ استثناء باب ۳۱ آیت ۹ تا ۱۲ میں ہے کہ:۔

"اور موسیٰ نے اس شریعت کو لکھ کر اُسے کاہنوں کے جو بنی لاوی اور خداوند کے عہد کے صندوق کے اٹھانے والے تھے اور اسرائیل کے سب بزرگوں کے سپرد کیا ۰ پھر موسیٰ نے ان کو یہ حکم دیا کہ ہر سات برس کے آخر میں چھٹکارے کے سال کے معیّن وقت پر عیدِ خیام میں ۰ جب سب اسرائیلی خداوند تیرے خدا کے حضور اُسی جگہ آکر حاضر ہوں جسے وہ خود چنے گا تو تو اس شریعت کو پڑھ کر سب اسرائیلیوں کو سُنانا ۰ تو سب لوگوں کو یعنی مردوں اور عورتوں اور بچّوں اور اپنی بستیوں کے مسافروں کو جمع کرنا تاکہ وہ سُنیں اور سیکھیں اور خداوند تمہارے خدا کا خوف مانیں اور اس شریعت کی سب باتوں پر احتیاط رکھ کر عمل کریں ۰"

کوئی معقول وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ سات برس سے پہلے تورات سُنا کر اسرائیلیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صریح حکم کی خلاف ورزی کی ہو۔ اس سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب تورات کا نسخہ صرف ایک تھا اور تھا بھی وہ خداوند

کے عہد کے صندوق برداروں کے پاس جن کی سرکشی اور بغاوت کی پُرزور شکایت حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی میں کر چکے ہیں اور اپنے مرنے کے بعد ان سے اور زیادہ خطرہ محسوس کرتے ہیں اور وہ سات برس کے بعد سب اسرائیلیوں کو جمع کر کے چھٹکارے کے طور پر سنائی جاتی ہے نہ معلوم ان خود غرض اور شہوت پرست اور باغی و سرکش مجاوروں اور پادریوں نے اس میں کیا کچھ تحریف نہ کی ہوگی اور عوام کس طرح پتہ لگا سکتے تھے کہ اصل میں کیا تھا اور خداوند کے عہد کے صندوق برداروں کی کرشمہ سازی سے وہ کیا ہوگیا ہے ؟ اور بتایئے کہ قوم کا لگاؤ اور تعلق اس کتاب سے کیا رہا ہو گا اور کیا رہ سکتا تھا ؟

نبیوں اور کاہنوں کا حال

توراۃ کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ جو نگران اور محافظ قرار دیئے گئے تھے وہ نبی کاہن اور فقیہ تھے مگر خود بائیبل ان کی اخلاقی پستی کا رونا روتی ہے اور ان کے گناہوں اور شرارتوں کا ماتم کرتی ہے چنانچہ یرمیاہ باب ۲۳ آیت ۱۰-۱۱ میں ہے کہ :-

"یقیناً زمین بدکاروں سے پُر ہے لعنت کے سبب سے زمین ماتم کرتی ہے ، میدان کی چراگاہیں سوکھ گئیں کیونکہ اُن کی روش بُری اور ان کا زور ناحق ہے ۔ کیونکہ نبی اور کاہن دونوں ناپاک ہیں ہاں میں نے اپنے گھر کے اندر ان کی شرارت دیکھی خداوند فرماتا ہے ۔"

اور یرمیاہ باب ۲۳ آیت ۱۵ میں ہے کہ :۔

" اسی لیے ربّ الافواج نبیوں کی بابت یوں فرماتا ہے کہ دیکھ میں
ان کو ناگدونا (غالباً سینڈھ اور تھوہر) کھلاؤں گا اور اندرائن کا
پانی پلاؤں گا کیونکہ یروشلم کے نبیوں ہی سے تمام ملک میں بے دینی
پھیلی ہے ٥"

تدبّر فرمایئے خداوند کے اس واضح بیان پر جس میں نبی اور کاہن دونوں گروہوں کو ناپاک کہا ہے محض اِس لیے کہ انہوں نے خداوند کے گھر میں شرارت کی اور خداوند نے ان کو خود دیکھا اور ان سے تمام ملک میں بے دینی پھیلی ۔ آخر خداوند کا ارشاد بلا وجہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ اس میں غلطی کا کوئی امکان اور احتمال ہی پیدا ہو سکتا ہے لہٰذا اس کے یقینی اور قطعی ہونے میں ادنیٰ سا احتمال بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ اور اسی یرمیاہ باب ۱۳ آیت ۱۳ - ۱۴ میں ہے کہ :۔

" تب تُو اُن سے کہنا خداوند یوں فرماتا ہے کہ دیکھو میں اس
مُلک کے سب باشندوں کو ہاں اُن بادشاہوں کو جو داؤد کے تخت
پر بیٹھے ہیں اور کاہنوں اور نبیوں اور یروشلم کے سب باشندوں
کو مستی دوں گا ٥ اور میں اُن کو ایک دوسرے پر یہاں تک
کہ باپ کو بیٹوں پر دے ماروں گا خداوند فرماتا ہے میں نہ شفقت
کروں گا نہ رعایت اور نہ رحم کروں گا کہ ان کو ہلاک نہ کروں ٥"

عبرت حاصل کیجیے خداوند کے اس بیان سے جس میں اس نے کاہنوں

اور نبیوں اور سب باشندوں پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے اور ان کو اس انداز سے تباہ و برباد کرنے کی دھمکی دی ہے کہ ان پر اس کی شفقت ہوگی اور نہ رحم۔

اور یرمیاہ باب ۶ آیت ۱۲ میں ہے :-

" اس لیے کہ چھوٹوں سے بڑوں تک سب کے سب لالچی ہیں اور نبی سے لے کر کاہن تک ہر ایک دغاباز ہے "

اندازہ لگایئے کہ جب چھوٹوں سے لے کر بڑوں تک اور نبیوں سے لے کر کاہنوں تک سب کے سب لالچی اور دغاباز تھے تو باقی قوم کا کیا حال ہوگا ؟ اور خدا معلوم ان دغابازوں اور لالچیوں نے تورات اور کتاب مقدس اور آسمانی صحیفوں میں کیا کچھ دغابازی ، جعل سازی ، مکاری اور حیلہ جوئی نہ کی ہوگی ؟ اور طمع اور لالچ کے بے خطا ہتھیار سے کتنے ہی احکام خداوندی اور آیاتِ ربانی کا ناحق قتل نہ کیا ہوگا ؟ آخر قرآن پاک کا یہ ارشاد بلا وجہ تو ہرگز نہیں کہ لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا (میری آیات کے عوض میں تھوڑی قیمت مت لو) اور ظاہر بات ہے کہ دُنیا و مافیہا اللہ تعالےٰ کے نزدیک مچھر کے ایک پر کی حیثیت بھی نہیں رکھتی جیسا کہ حدیث میں آیا ہے (ترمذی ج ۲ ص ۵۶ وقال صحیحٌ) یہ حال تھا نبیوں اور کاہنوں کا ۔ (معاذ اللہ)

سب بنی اسرائیل پر ایک دَور کفر اور بدی کا بھی گزرا ہے

کوئی شک نہیں کہ ہر قوم اور مذہب میں نیک افراد کے علاوہ بد بھی ہوتے

ہیں۔ بد اپنی بدکرداری کی وجہ سے تعلیم خداوندی کو مٹا کر اپنی من مانی زندگی گزارنے کے خوگر ہوتے ہیں لیکن نیک اور صالح اشخاص کفن بردوش ہو کر اور جان کی بازی لگا کر حق کی حفاظت کرتے رہتے ہیں اور اب بھی بفضلہ تعالےٰ کرتے ہیں۔ لیکن کتاب مقدّس کے بیان کے مطابق بنی اسرائیل من حیث القوم بدی کا شکار ہو چکے تھے اور خداوند سے بالکل ہٹ کر غیر معبودوں کی پرستش کرنے لگے تھے چنانچہ قضاۃ باب ۲، آیت ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲ میں ہے کہ :۔

" اور وہ ساری پشت بھی اپنے باپ دادا سے جا ملی اور ان کے بعد ایک اور پشت پیدا ہوئی جو نہ خداوند کو اور نہ اس کے کام کو جو اس نے اسرائیل کے لیے کیا، جانتی تھی ۰ اور بنی اسرائیل نے خداوند کے آگے بدی کی اور بعلیم کی پرستش کرنے لگے ۰ اور انہوں نے خداوند اپنے باپ دادا کے خدا کو جو اُن کو ملک مصر سے نکال لایا تھا، چھوڑ دیا اور دوسرے معبودوں کی جو ان کے چوگرد کی قوموں کے دیوتاؤں میں سے تھے پیروی اور ان کو سجدہ کرنے لگے اور خداوند کو غصہ دلایا ۰"

اور قضاۃ باب ۳، آیت ۷۔ ۸ میں ہے کہ :۔

" اور بنی اسرائیل نے خداوند کے آگے بدی کی اور خداوند اپنے خدا کو بھول کر بعلیم اور یسیرتوں کی پرستش کرنے لگے ۰ اِس لیے خداوند کا قہر اسرائیلیوں پر بھڑکا الخ "

اور قضاۃ باب ۶ آیت ۱ میں ہے کہ :-

" اور بنی اسرائیل نے خداوند کے آگے بدی کی اور خداوند نے ان کو سات برس تک مدیانیوں کے ہاتھ میں رکھا "

نتیجہ بالکل ظاہر ہے کہ جب قوم من حیث القوم بدی میں مبتلا ہو کر اس حد تک پہنچ جائے کہ خداوند اپنے خدا کو بھول کر غیر معبودوں کی پرستش کرنے لگے اور غیر اللہ کو سجدہ کر کے خداوند کو غصہ دلائے اور اس کے ثمرہ میں خداوند کا قہر بھی اُن پر بھڑک اٹھے اس قوم نے کتاب مقدس اور بائیبل کی حفاظت کیوں کی ہوگی؟ اور ان کو اس کی ضرورت بھی کیا تھی؟ اور اگر انہوں نے حفاظت کی بھی ہو تو ان بدکاروں اور بدوں اور بت پرستوں کی حفاظت کا اعتبار ہی کیا ہو سکتا ہے؟ اور کون اس پر اعتماد کر سکتا ہے؟

بنی اسرائیل تورات کے معنی اور عبارت نہ سمجھتے تھے :-

بنی اسرائیل پر اپنی اس دینی غفلت، بدکاری اور بت پرستی کی وجہ سے ایک ایسا دور بھی گذر چکا ہے کہ وہ تورات کے معنی اور عبارت نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کو کوئی فقیہ اور کاہن سمجھایا کرتا تھا۔ چنانچہ نحمیاہ باب ۸ آیت ۵ میں ہے کہ :-

" عزرا (عزرا باب ۷ آیت ۱۱ میں ہے کہ : اور عزرا کاہن اور فقیہ یعنی خداوند کے اسرائیل کو دیے ہوئے احکام اور آئین کی باتوں کے فقیہ الخ) نے سب لوگوں کے سامنے کتاب کھولی کیونکہ وہ سب لوگوں سے اوپر

تھا اور جب اُس نے اُسے کھولا تو سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے"

اور اسی باب، آیت ۸ میں ہے کہ :-

" اور اُنہوں نے اُس کتاب یعنی خدا کی شریعت میں سے صاف آواز سے پڑھا، پھر اس کے معنے بتائے اور ان کو عبارت سمجھائی۔"

ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح وہ سب کے سب لوگ خداوند کی شریعت کی کتاب سے نا آشنا اور ناواقفِ محض تھے کہ جب تک عزرا کاہن نے ان کو صاف الفاظ سے پڑھ کر اور معنے اور عبارت سمجھا کر نہ بتلایا ان کے پلّے کچھ نہ پڑا۔ جب پوری قوم کا اپنی شریعت کی کتاب اور خداوند اپنے خدا کے آئین سے رشتہ اور تعلق یہ رہا ہو اس بے چاری کو کیا معلوم کہ اصل کتاب کیا تھی اور نقل کیا ہے خداوند نے کیا کچھ نازل فرمایا تھا اور دغابازوں اور لالچیوں نے اس میں کیا کچھ بنا ڈالا ہے؟ اور اس میں ان کی اپنی خواہشات اور نفسی میلانات کا کیا کچھ حصّہ ہے؟

تنہا عزرا نے ازسرِ نو تورات تحریر کی

بخت نصر نے یروشلم پر حملہ کر کے خداوند کے گھر اور ہیکل کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور قتلِ عام کرنے کے بعد جو لوگ بقیّۃ السّیف تھے ان کو قید کر کے بابل ساتھ لے گیا۔ چنانچہ تواریخ ۲ باب ۳۶ آیت ۱۸-۱۹-۲۰ میں ہے کہ :-

" اور خدا کے گھر کے سب ظروف کیا بڑے کیا چھوٹے اور خداوند

کے گھر کے خزانے اور بادشاہ اور اُس کے سرداروں کے خزانے یہ
سب وہ بابل لے گیا ہ اور انہوں نے خدا کے گھر کو جلا دیا اور
یروشلم کی فصیل ڈھادی اور اس کے تمام محل آگ سے جلا دیئے
اور اُس کے سب قیمتی ظروف کو برباد کیا ہ اور جو تلوار سے بچے وہ
اُن کو بابل لے گیا اور وہاں وہ اس کے اور اس کے بیٹوں کے غلام
رہے جب تک فارس کی سلطنت شروع نہ ہوئی ہ"

اور تواریخ ۲ باب ۳۶ آیت ۲۱ میں اُن کی قید کا زمانہ ستر برس لکھا ہے اور اس قید کے زمانہ میں ان کے طور وطریق اور طرز معاشرت میں ایسا نمایاں تغیر آچکا تھا کہ اُن کی بولی تک بدل گئی تھی اور عبرانی زبان سے وہ قریباً قریباً ناآشنا ہو چکے تھے۔ چنانچہ مفتاح الکتاب ر من ۲۴۵ مطبوعہ ۱۸۵۶ء مرزاپور میں ہے کہ :۔

" جب وہ اپنے مُلک میں لوٹ آئے تو کلدی زبان کے سوا جو
نواحی بابل میں رائج تھی عبرانی اچھی طرح نہ سمجھتے تھے "۔

اگرچہ قطعیت کے ساتھ پادری صاحبان بھی یہ نہیں بتا سکتے کہ تورات کی اصلی زبان کیا تھی مگر عام طور پر مشہور یہ ہے کہ وہ عبرانی زبان میں تھی جس سے بنی اسرائیل ایک زمانہ میں بہت حد تک نابلد ہو چکے تھے اور وہ اچھی طرح اس کو نہ جانتے تھے۔ جب زبان کو نہ جانتے تھے تو تورات کی حفاظت وُہ کس طرح کر سکتے تھے ؟ اور کس طرح انہوں نے کی ہو گی ؟ یہی وجہ تھی کہ ان کو معنی اور عبارت سمجھانے کی ضرورت پیش آتی تھی ، اور عزرا کاہن نے ان کو سمجھانے کا فریضہ

انجام دیا اور تب وہ کہیں سمجھے۔

کیٹو اپنے سائیکلوپیڈیا آف بلیکل لٹریچر میں لکھتا ہے کہ:۔

"یہاں تک کہا جاتا ہے کہ عزرا نے تمام عہدِ عتیق (پرانا عہد نامہ جو توارت کے نام سے مشہور ہے جس میں کئی کتابیں شامل ہیں) کو محض حافظہ کی مدد سے از سرِ نو تحریر کیا۔ کیونکہ اِن کتابوں کے تمام نسخے تغافل شعاری کی وجہ سے معدوم ہو چکے تھے۔"

اور مفتاح الکتاب رومن ص۱۸ مطبوعہ مرزا پور ۱۸۵۶ء میں یہ فقرہ نہایت قابلِ غور ہے کہ:۔

"عزرا نے مسیح ؑ سے چار سو چھپن برس پیشتر بنی اسرائیل کا دینی بندوبست پھر کیا۔"

اِنصاف سے فرمایئے کہ اس کتاب کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے جس کے تمام نسخے تغافل شعاری کی نظر ہو کر یکسر معدوم ہو جا چکے ہوں اور اس کو کئی سال بعد عزرا کاہن تنہا اپنے حافظہ کی مدد سے از سرِ نو مرتّب کرتا ہو جو ستر سال قید رہ چکا ہو، نہ کتاب پاس ہو اور نہ کوئی پڑھنے دیتا ہو اور وہ بھی یسوع مسیح ؑ سے ۴۵۶ سال پہلے۔ اور اس سے پہلے کا حشر اور توراۃ کے محافظوں کا حال اور نبیوں اور کاہنوں اور بنی اسرائیل کی پوری قوم کا نقشہ آپ پہلے ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں کہ کیا تھا؟ اس کے بغیر اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ:۔

ع "مذہب معلوم اہلِ مذہب معلوم"

اور عزرا کاہن نے جو توراۃ مرتب کی تھی، اس میں کئی فرو گزاشتیں رہ گئی

تھیں چنانچہ خود ایک سخت متعصب پادری فانڈر صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"نبیوں کی سب گزارشات اور نام اور کلام اور ان کا سب لکھا ہوا بھی توریت میں داخل نہیں ہؤا ہے" (کتاب اختتام دینی مباحثہ ص۳۶ طبع سکندرہ اکبرآباد ۱۸۵۵ء)

ہیکل کی کئی مرتبہ بربادی ہوئی

یہ یاد رہے کہ خداوند کے گھر اور ہیکل کی جس میں خداوند کے عہد کے صندوق کے پاس تورات کا نسخہ بھی پڑا رہتا تھا۔ کئی مرتبہ تباہی ہوئی۔ چنانچہ ہندی تواریخ کلیسیا ص۴۶ میں ہے کہ کانسٹن ٹائن کے عہد تک کلیسیا پر دس بڑی آفتیں آئیں الخ، اور پھر آگے ان کی پوری تفصیل بیان کی ہے کہ کس طرح یہ آفتیں آئیں اور کلیسا کا کیا انجام ہؤا۔ جب قسطنطین کے عہد تک دس مرتبہ ہیکل اور کلیسا اور خداوند کے گھر کی تباہی ہوئی تو اس کے بعد سوچئے کہ کتنی مرتبہ بربادی ہوئی ہوگی؟ اور یہ دس بار کی تباہی بھی کیا کم ہے؟

تورات پر پابندی بھی عائد تھی

یہودیوں کی بے دینی، بدکاری، دغابازی اور لالچ وغیرہ کا مفصّل حال تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں بایں ہمہ ان پر ایک ایسا دور بھی آیا ہے جس میں ان پر فاتح حکمرانوں کی طرف سے ایسی سخت پابندی تھی کہ وہ تورات کا نام تک نہیں لے سکتے تھے۔ چنانچہ کتاب اوّل مقابیس باب اوّل میں ہے کہ:۔

" انیتوکس نے یروشلم کو فتح کرکے عہد عتیق کی کتابوں کے جتنے نسخے اسے ملے پھاڑ کر جلا دیے اور حکم دیا کہ جس کے پاس کوئی کتاب عہدِ عتیق کی نکلے گی یا وہ شریعت کی رسم بجالائے گا وہ جان سے مار ڈالا جائے گا اور ہر مہینہ میں اس کی تحقیق ہوتی تھی "۔

ایسے سخت اور سنگین قانون کے ہوتے ہوئے بھلا بزدل یہودیوں نے تورات کی کیا حفاظت کی ہوگی؟

اور ڈاکٹر جان مکڈول صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

" انیتوکس ایی فانس نے اُن پر بڑا ظلم کیا، ان کی روزمرّہ کی قربانیوں کو بند کر دیا۔ ہیکل کی تعمیر کو ساڑھے تین برس تک بند رکھا، یہودی دین کے برباد کرنے میں نہایت کوشش کی۔ بائیبل کی جلدوں کو تلاش کرا کر جلوا دیا اور اس کے چھپانے والوں کو قتل کی دھمکی سے دھمکایا "۔ (تعلیم الایمان ص۱۹ مطبوعہ امریکن لودھیانہ ۱۸۶۹ء)

یہود نے خود بھی بعض کتابیں پھاڑ اور جلا ڈالی تھیں ۔۔

دوسرے لوگوں نے تورات سے جو کچھ کیا وہ تو کیا ہی مگر صد حیرت ہے کہ خود یہودیوں نے بھی اس کے تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی تھی چنانچہ گریز آسٹم صاحب اپنی " ہوم لی " یعنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ :۔

" پیغمبروں کی بہت سی کتابیں ناپید ہوگئیں اس لیے کہ یہودیوں نے غفلت سے بلکہ بے دینی سے بعض کتابوں کو کھو دیا اور بعض کو پھاڑ ڈالا۔

اور بعض کو جلا ڈالا" (بحوالہ تبیین الکلام ج ۱ صـ۴۵)

جب گھر کے لوگ ہی گھر کی تباہی کا بیڑا اٹھالیں تو پھر حفاظت کیسے اور کیونکر؟ کیونکہ مشہور تو یہی ہے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جو نقصان گھر کا چور کر سکتا ہے وہ کسی دوسرے کے تصور ہی میں نہیں آسکتا۔ سچ ہے کہ ع

"چوں دزد از خانہ برخیزد کجا ماند نگہبانی"

نتیجہ:-

عہدِ عتیق (پرانا عہدنامہ) اور تورات کے مفقود، ناپید، محرّف اور مبدّل ہونے کے بارے میں باحوالہ جو کچھ اوپر عرض کیا جا چکا ہے وہ ایک سمجھدار آدمی کے لیے بالکل کافی ہے اور وہ اس سے یہی نتیجہ اخذ کرے گا جو ہم نے کیا ہے۔ اور خود عیسائی دنیا کے حق پسند اور منصف مزاج لوگ اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ چنانچہ مشہور عیسائی مؤرخ موسیو رینان حضرت مسیح علیہ السّلام کے قرب زمانہ کے حالات میں لکھتا ہے کہ:-

• اس زمانہ میں تورات میں بھی بہت سی اہم تبدیلیاں کی گئیں۔ نئی کتابیں مثل کتاب استثناء مرتّب کی گئیں اور کہا یہ گیا کہ یہ کتابیں موسیٰ کی اصلی شریعت کی حامل ہیں حالانکہ درحقیقت ان کی سرح پرانی کتابوں سے بالکل مختلف تھی" (لائف آف جوسس صـ۲۰)

اور انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مضمون نگار بائیبل کے عنوان سے لکھتا ہے کہ:-

"عرصۂ دراز تک کتب مقدّسہ کا مطالعہ جرح و تعدیل کے مسلّمہ اصول

سے محروم رہا۔ یہود محض اس عبرانی نسخہ کی پیروی کرتے تھے جسکی نسبت مشہور تھا کہ غالباً دوسری صدی عیسوی میں مرتب کیا گیا تھا اور بعدازاں احتیاط سے محفوظ رکھا گیا لیکن اس نسخہ میں چند تحریفات تو ایسی ہیں جو اب صاف صاف نظر آجاتی ہیں اور غالباً ایک کافی تعداد ایسی تحریفات کی بھی موجود ہے جن کی شاید پورے طور پر قلعی نہ کھل سکے۔"

اور کٹیو اپنے سائیکلو پیڈیا میں کتاب دانیال کے متعلق جس کی پیش گوئیوں پر عیسائیت کی عمارت قائم ہے۔ لکھتا ہے کہ:۔

"اس کتاب کا وہ حصہ جو تاریخی کہلا سکتا ہے، یکسر افسانہ ہے اور ناممکنات کا مجموعہ"

جوزف اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:۔

"بائیبل چونکہ خدا پرست انسانوں کا کارنامہ ہے اس لیے اس میں خدائی اور انسانی دونوں عناصر شامل ہیں لیکن ہر شے جو انسانی ہوگی وہ غیر مکمل ہوگی اس لیے ہمیں یہ توقع نہیں رکھنی چاہیئے کہ ان آسمانی کتابوں میں خدا کی صداقت صحیح صحیح طور پر پیش کر دی گئی ہے" پھر آگے لکھتا ہے کہ "یہودیوں کو اس حقیقت کے اعتراف میں ذرا تامل نہیں کہ بعض کتابوں میں بعد کو ردوبدل اور حک و اضافہ ہوا ہے"

اور جیوئش انسائیکلوپیڈیا ج ۹ میں ہے کہ:۔

"اگرچہ اسفار موسیٰ خود حضرت موسیٰ کی تصنیف بتائی جاتی ہے لیکن تحقیق جدید کے رُو سے اس کے قریب اٹھائیس ماخذ تسلیم کیے گئے ہیں"

اور لیبیک پاؤل (اپنی کتاب دی اینی ہیلیشن آف مین صـ۱۷۵ ابس) لکھتا ہے کہ

"عہد نامۂ عتیق یا جدید سائنٹیفک اصطلاح میں خدا کے الفاظ نہیں ہیں، یہ تو صرف اس انسانی کوشش کا ریکارڈ ہیں جو خدا تک پہنچنے کے لیے کی گئی۔ اسی لیے یہ خدا کے متعلّق اکتشافات ہیں خدا کی وحی نہیں"

چونکہ بائیبل انسانی کوشش کا ریکارڈ ہے اور خدا تعالےٰ کی وحی نہیں اور یہود اسی کی تعلیم دیا کرتے تھے اس لیے حضرت یسوع مسیحؑ نے ان پر تنقید کی اور فرمایا کہ "کیونکہ انسانی احکام کی تعلیم دیتے ہیں" (متی باب ۱۵ آیت ۹)۔
اور پادری والشس صاحب لکھتے ہیں کہ :۔

"اسقوف بٹلر صاحب (یعنی لارڈ پادری) نے کہا کہ انگلستان میں ایک بھی فاضل ایسا نہیں ہے جو پاک نوشتوں کے الہام کا قائل ہو"۔ (قربت الٰہی صـ۵۹ ۱۸۶۸ء رومن چھاپہ آلہ آباد مشن پریس باہتمام پادری الشس صاحب)

قارئین کرام! آپ اچھی طرح معلوم کر چکے ہیں کہ بائیبل اور خصوصیت سے عہد نامۂ عتیق جس کو پرانا عہد نامہ بھی کہا جاتا ہے اس کی تاریخی حیثیت اور وجود ہی سرے سے بالکل مخدوش ہے اور اس کو خدا تعالےٰ کی مقدّس کتاب اور وحی و الہام ثابت کرنا انصاف اور دیانت کا مُنہ چڑانا ہے۔

صد حیرت ہے کہ پادری صاحبان گلے پھاڑ پھاڑ کر اور مختلف زبانوں میں دفتروں کے دفتر سیاہ کر کے اور عمدہ سے عمدہ کاغذ لگا کر اور گردپوش سے مزیّن کر کے اور سُنہری جلدوں سے دھوکا دے کر اس محرّف اور مبدّل کتابِ مقدّس کو دنیا کے سامنے پیش کر کے خالق اور خلق کے شرم وحیا سے بے نیاز ہو کر حقیقت کو جانتے ہوئے بھی یہ اعلان کرتے اور اس کی تعلیم واشاعت میں شب وروز کوشاں ہیں کہ بائیبل اور کتابِ مقدس خدائی اور الہامی کتاب ہے اور اس کے تمام مندرجات صحیح ہیں۔ مگر ؎

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اُسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی

کچھ اناجیل کے بارے میں

ضرورت تو نہیں کہ ہم ان ٹھوس اور صریح حوالجات کے علاوہ عہد نامۂ جدید یا انجیل مقدّس کے بارے میں کچھ اور عرض کریں۔ مگر محض تکمیلِ بحث کی خاطر اناجیل اور ان کی تاریخی حیثیت کے متعلق بھی کچھ ضروری باتیں عرض کرتے ہیں۔ غور سے سنیئے۔

مشہور فاضل اور مؤرخ سپنگلر لکھتا ہے کہ :-

"جب (حضرت) مسیحؑ کے دوست اور شاگرد دبوڑھے ہو گئے اور یروشلم میں اس جماعت کا صدر آپ کا بھائی تھا۔ انہوں نے ان قصص اور روایات کو جو عام طور پر زبان زدِ خلائق تھیں، یک جا مرتّب کر کے آپ کی سوانح عمری

تصنیف کی، یہی انجیل ہے" (زوال مغرب جلد دوم ص۲۱۴)

موسیو رینان ان اناجیل کے متعلق لکھتا ہے کہ:-

"ابتدائی ڈیڑھ سو سال میں اناجیل کو کوئی مستند حیثیت حاصل نہ تھی ان میں اضافے کرتے یا مختلف انداز سے ترتیب دینے یا ایک کی تکمیل دوسرے سے کرنے میں کوئی باک اور تامل نہ تھا" (حیات مسیح ص۱۲)

اور بائیبل کا مفسر پادری ڈملو عہد نامہ جدید کے بے شمار اختلافات سے متاثر اور نالاں ہو کر یوں شکایت کرتا ہے کہ:-

"اختلافِ عبارات بہت زیادہ ہے۔"

جب ڈاکٹر مل صاحب نے عہد جدید کے نسخے ملائے تو تیس ہزار اختلافِ عبارت کے نشان دیے۔ (دیکھئے کتاب اغلاط نامہ وارڈ صاحب) اور طامسن صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"گریسباخ نے ڈیڑھ لاکھ اختلافِ عبارت نکالے ہیں" انٹروڈکشن ج۱ ص۱۲۹ مطبوعہ لندن ۱۸۲۵ء)

اور انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا اسکر دیچر کے بیان میں مرقوم ہے کہ:-

"ویسٹس ٹین نے ایسے اختلافاتِ عبارت دس لاکھ سے زیادہ جمع کئے ہیں۔"

قارئین کرام! جس انجیل مقدس اور عہد نامۂ جدید میں تیس ہزار بلکہ ڈیڑھ لاکھ بلکہ دس لاکھ سے زیادہ اختلافِ عبارات ہوں اس کی صحت کی کیا پوزیشن باقی رہ جاتی ہے؟ اور یہ اختلافات بھی کوئی مسلمان نہیں بتا رہا بلکہ خود عیسائی

دنیا کے محقق اور فاضل مؤرخ اور پادری مبتلا رہے ہیں۔ اتنے شدید اختلاف کے باوجود بھی اگر کوئی معاند اور متعصب یہ کہے کہ انجیل مقدس میں تحریف نہیں ہوئی یا انجیل اپنی اصلی حالت میں موجود ہے تو یہ کس قدر مضحکہ خیز بات ہے

نیٹلی صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"چونکہ مصنفوں کے اصلی نوشتے اب تک موجود نہیں ہیں اس لیے ان کے تمام الفاظ اصلی کسی ایک نقل میں شاید نہیں ملتے لیکن سب نقلوں کے مقابلہ سے معلوم ہوتے ہیں۔" (از طلوع آفتاب ہدایت ص ۲۴۵)

اور ہارن صاحب یہ لکھنے پر مجبور ہیں کہ:۔

"اکثر اصلی یا خالص عبارت کو دروغ آمیز عبارت سے تمیز کرنا مشکل ہوتا ہے۔" (انٹروڈکشن ج ۲ ص ۲۱۷)

پادری فانڈر صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"اگرچہ ہم لوگ قائل ہیں کہ بعض حروف و الفاظ میں تحریف وقوع میں آئی اور بعض آیات کی بابت مقدم اور مؤخر اور الحاق کا شبہ ہے تو بھی انجیل کو بے تحریف اور بے تبدیل کہتے ہیں اس لحاظ سے کہ اس کا مضمون اور مطلب نہیں بدل گیا۔" (کتاب اختتام دینی مباحثہ ص ۵ طبع اکبر آباد سکندرہ ۱۸۵۵ء)

اندازہ لگائیے پادری فانڈر صاحب کی معصومیت کا کہ جس کتاب میں تیس ہزار سے لے کر دس لاکھ سے زیادہ تک غلطیاں موجود ہوں اور دروغ آمیز عبارت کا اصلی سے تمیز کرنا بھی مشکل ہو اور بقول فانڈر صاحب بعض حروف اور الفاظ میں تحریف واقع ہو چکی ہو اور تقدیم و تاخیر کے علاوہ الحاق کا شبہ

بھی ہو پھر بھی انجیل کو بے تحریف اور بے تبدیل کہا جائے اس سے بڑھ کر عجیب و نرالی بات اور عناد و سینہ زوری دُنیا میں اَور کیا ہو سکتی ہے؟ اور فانڈر صاحب اور اُن کے حواری پادری صاحبان کی شاید اصطلاح ہی دنیا سے انوکھی ہو کہ باوجود انجیل کے محرّف اور مبدّل ہونے کے اس کو صحیح ہی کہا جائے ع

رکھ لیا ہے نام اُس کا آسماں تحریر میں

عیسائیوں نے عمداً بھی تحریف کی ہے :-

یہ تو ان اغلاط اور اختلافِ عبارات کا ذکر تھا جو عیسائیوں کی جہالت اور تغافل شعاری اور گردش زمانہ کی وجہ سے رُونما ہُوا۔ مگر خود عیسائیوں کی تحریرات اور ناقدین کے بیانات سے اس کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ عیسائیوں نے دیدہ و دانستہ بھی تحریف کا اور فریب کاری کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ ۲۰۰ء کے قریب مشہور نقّاد سیلسس (CELSOS) لکھتا ہے کہ :-

"عیسائیوں نے اپنی مقدس کتاب میں دیدہ دانستہ فریب کارانہ انداز سے ردّ و بدل کر ڈالا ہے۔"

اور مشہور عیسائی مؤرخ موشیم (MOSHEIM) لکھتا ہے کہ :-

"یہیں پر بس نہیں بہت سے فریب کاروں نے خود کتابیں لکھیں اور انہیں مقدس حواریوں کی طرف منسوب کر دیا۔" (پہلی صدی حصہ دوم باب ۲)

اِس سے آپ انجیل مقدس کی صحت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ع

"قیاس کُن زِ گلستانِ من بہارِ مرا"

غور فرمایئے کہ اس انجیل مقدّس اور کتاب مقدّس پر جن مسائل کی بنیاد رکھی جائے گی وہ کہاں تک صحیح ہو سکتے ہیں؟ اور ان کی صحت کو کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ اور ان کو مدارِ نجات کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے؟ عام اس سے کہ وہ مسئلہ تثلیث ہو یا مسئلہ ابنیّتِ مسیح علیہ السّلام یا کفارہ ہو؟ کسی مسئلہ کو بھی ہرگز صحیح نہیں کہا اور یقین کیا جاسکتا، کیونکہ جن کتابوں میں یہ مسائل مندرج ہیں وہ خدائی اور الہامی ہیں ہی نہیں بلکہ جعلسازوں اور فریب کاروں کی مکاری کا پلندہ ہیں جن میں مرورِ زمانہ کے علاوہ عیسائیوں اور یہودیوں کی عمداً تحریف اور فریب کاری کا بیشتر حصّہ شامل ہے۔ اور ان دروغ آمیز عبارات کو اصلی کتابوں سے الگ کرنا بہت ہی مشکل ہے ضرورت تو نہیں کہ ہم اس طویل اور بادلائل بحث کے بعد مسائل بھی بیان کریں اور ان کا غلط ہونا عقلاً اور نقلاً آشکارا کریں مگر محض تکمیلِ بحث کے لیے نہایت اختصار کے ساتھ ہم تثلیث۔ ابنیّت مسیحؑ اور کفارہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جن پر عیسائیت کی عمارت کھڑی ہے اور شب و روز پادری صاحبان ان مسائل کی ترویج میں کوشش اور کاوش کرکے زمین و آسمان کے قلابے ملاتے رہتے ہیں اور ناواقف اور لالچی اور دین و فکرِ آخرت سے بے بہرہ اشخاص کو سبز باغ دکھا کر دامِ تزویر میں لے آتے ہیں اور ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈال کر ان کو فی النّار و السّقر کرکے ہی دم لیتے ہیں۔

ہم ایسے نو عیسائی اشخاص سے دردمندانہ اپیل کرتے ہیں کہ اس دُنیائے دنی کے وسائل و ذرائع پر مفتون ہو کر اپنے آقائے حقیقی کو فراموش

کر کے جنّت سے محروم نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ اب بھی توبہ کا موقع ہے۔ سہ

اب بھی توبہ کرلے عاصی ہے درِ توبہ کھُلا
ورنہ پچھتائے گا جب پانی گیا سر سے گزر

تثلیث

مسلمان یہ محکم اور ٹھوس عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اس کی ذات وصفات، افعال و کمالات، جلال وجمال اور کسی خوبی میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اَلصَّمَدْ (بے نیاز) ہے۔ ساری کائنات اس کی محتاج ہے پر وُہ کسی کا محتاج نہیں، وہ ازلی اور ابدی ہے نہ اس کی ابتداء ہے اور نہ انتہا، نہ اس پر موت و فنا طاری ہو سکتی ہے اور نہ اس کی کوئی ماں اور باپ اور بیوی اور اولاد ہے، لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔

اس کے برعکس عیسائیوں کی اکثریت اس کی قائل اور اس کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتی ہے کہ خدائی کے تین اجزاء ہیں (جن کو وہ اقانیم ثلاثہ کہتے ہیں) باپ، بیٹا اور روح القدس (اور بعض کے نزدیک بجائے روح القدس کے مریمؑ) اور ان تینوں سے مل کر جمہوری نظام اور پارلیمنٹ کی طرح الوہیت اور خدائی چلتی ہے اور باوجودیکہ ان میں سے ہر ایک کی ذات جُدا اور الگ ہے اور ایک دوسرے سے بالکل ممتاز ہے مگر تینوں کچھ ایسے انداز سے ایک دوسرے میں گڈمڈ ہیں کہ یہ توحید کے منافی بھی نہیں اور التّوحید فی التّثلیث و

التثلیث فی التوحید کہ ایک تین اور تین ایک کی لاینحل چیستان اور زلا معمہ خود پادری صاحبان کی سمجھ سے بھی بالاتر ہے اور وہ بے چارے خود بھی اس کے سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں۔ لیکن ان کا یہ عقیدہ نقلاً اور عقلاً ہر لحاظ سے سراسر باطل اور بالکل بے بنیاد ہے۔

نقلاً بطلان

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اتمام حجت کے لیے نقل کو صرف کتاب مقدس اور بائبل تک محدود رکھیں تاکہ پادری صاحبان کو بھی سوچنے اور سمجھنے کا موقع مل سکے اور ٹھنڈے دل کے ساتھ وہ اس پر غور کر سکیں کہ وہ کن بھول بھلیوں میں مبتلا ہو کر خالص شرک کو توحید کا نام دے کر اپنی عاقبت ضائع کر رہے ہیں۔

بائبل میں کہیں بھی تثلیث کا لفظ اور اس کا عقیدہ رکھنا یا ایک تین اور تین ایک کا ذکر نہیں آیا بخلاف اس کے آج کی محرّف بائبل اور جعلساز دل کی خود تراشیدہ کتاب مقدّس سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ خداوند صرف اکیلا اور واحد خدا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں چنانچہ استثنار باب ۶ آیت ۴ میں ہے کہ: "سن اے اسرائیل خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے"

اور استثنار باب ۴ آیت ۳۵ میں ہے کہ "یہ سب کچھ تجھ کو دکھایا گیا تاکہ تُو جانے کہ خداوند ہی خدا ہے اور اس کے سوا کوئی ہے ہی نہیں"

اور زبور باب ۸۶ آیت ۹۔۱۰ میں ہے کہ " یارب سب قومیں جن کو

تُو نے بنایا آکر تیرے حضور سجدہ کریں گی اور تیرے نام کی تمجید کریں گی ۰ کیونکہ تو بزرگ ہے اور عجیب و غریب کام کرتا ہے تو ہی واحد خدا ہے ۰"

اور یسعیاہ باب ۴۵ آیت ۲۱ میں ہے کہ :" تم منادی کرو اور اُن کو نزدیک لاؤ ہاں وہ باہم مشورت کریں کس نے قدیم ہی سے یہ ظاہر کیا ؟ کس نے قدیم ایّام میں اس کی خبر پہلے ہی سے دی ہے ؟ کیا میں خداوند ہی نے یہ نہیں کیا ؟ سو میرے سوا کوئی خدا نہیں صادق القول اور نجات دینے والا خدا میرے سوا کوئی نہیں ۰"

اور سموئیل ۲ باب ۷ آیت ۲۲ میں ہے کہ :" سو تو اُے خداوند خدا بزرگ ہے کیونکہ جیسا کہ ہم نے اپنے کانوں سے سُنا ہے اس کے مطابق کوئی تیری مانند نہیں اور تیرے سوا کوئی خدا نہیں ۰"

اور سلاطین ۱ باب ۸ آیت ۲۲-۲۳ میں ہے کہ :" اور سلیمان نے اسرائیل کی ساری جماعت کے رُوبرو خداوند کے مذبح کے آگے کھڑے ہو کر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے ۰ اور کہا ۔ اے خداوند اسرائیل کے خدا تیری مانند نہ تو اُوپر آسمان میں نہ نیچے زمین پر کوئی خدا ہے تو اپنے اُن بندوں کے لیے جو تیرے حضور اپنے سارے دل سے چلتے ہیں عہد اور رحمت کو نگاہ رکھتا ہے ۰"

جب حضرت یسوع مسیح ؑ سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ سب حکموں سے اوّل کونسا ہے ؟ تو انجیل مرقس باب ۱۲ آیت ۲۹ میں ہے کہ :

" یسوع نے جواب دیا کہ اوّل یہ ہے اے اسرائیل سُن خداوند

ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے!

اور انجیل یوحنا باب ۱۷ آیت ۳ میں ہے کہ :-

" اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور
یسوع مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہے جانیں ۔"

جب یہودی حضرت یسوع ؑ کو پکڑوا کر مصلوب کرنے کے لیے لے گئے تو وہ چلّا چلّا کر اپنے خدا کو پکارنے لگے اور اس سے استعانت کی درخواست کرنے لگے ۔ چنانچہ متی باب ۲۶ آیت ۳۹ میں یہ بھی ہے : " اور مُنہ کے بل گر کر یہ دُعا کی کہ اے میرے باپ ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے الخ "

اور انجیل متی باب ۲۷ آیت ۴۶ میں ہے کہ :-

" اور تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلّا کر کہا ،
ایلی ایلی لما شبقتنی ؟ یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے
کیوں چھوڑ دیا ؟ "

ان تمام واضح اور صریح آیات میں واحد اور اکیلے خدا کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے اور انجیل متی کے مؤخر الذکر حوالہ سے صاف طور پہ یہ بات وانشگاف ہو جاتی ہے کہ حضرت یسوع ؑ خدا نہ تھے ورنہ وہ خدا ہو کر مصلوب ہوتے وقت کسی دوسرے خدا کے سامنے دامنِ سوال اور دستِ دعا کیوں پھیلاتے ؟ اور خدا ہو کر وہ مصلوب کیوں ہوتے ؟ عجیب بات ہے کہ انہی الواب میں اس کا ذکر ہے کہ اُن پر تھوکا بھی جاتا ہے اور ان سے ٹھٹھا بھی کیا جاتا ہے ۔

اور وہ اس ذلّت اور رسوائی کو برداشت بھی کرتے ہیں مگر ان کی الوہیت اور خدائی کو ذرا بھی جوش نہیں آتا کہ اپنے دشمنوں اور موذیوں کا بیڑا ہی غرق کر دیتے اور اپنے آپ کو اس سزا سے بچا لیتے۔ انصاف سے فرمائیے کہ جب وہ اپنے لیے بچاؤ کا انتظام نہ کر سکے اور بالآخر مصلوب ہو گئے تو عیسائیوں کے لیے بھلا وہ کیا اور کیونکر انتظام کر سکتے ہیں؟

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ اگر خدا اور حضرت مسیح میں پورا اتحاد اور یگانگت تھی تو جب حضرت یسوع مصلوب ہوئے تو ساتھ ہی خدا بھی مصلوب ہو گیا اور اب عیسائی خدا کے وجود سے بھی محروم ہو گئے اور اگر خدا اور یسوع ذات کے لحاظ سے الگ الگ اور جدا جدا تھے تو پھر ایک تین اور تین ایک اور بالفاظ دیگر توحید کی رٹ جو عیسائی اور پادری صاحبان لگایا کرتے ہیں بالکل باطل ہو گئی۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ حضرت مسیحؑ تو اپنی ماں مریم کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور انجیل کے بیان کے مطابق یوسف نجّار اُن کا باپ بھی تھا۔ والعیاذ باللہ حیرت ہے کہ جس کی ماں بھی ہو اور باپ بھی اور حضرت آدم تک جس کا پورا سلسلۂ نسب بھی بیان کیا گیا ہو اور وہ اُٹھتا اور بیٹھتا، سوتا اور جاگتا بھی ہو اور بایں ہمہ وُہ خدا بھی ہو۔

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ عیسائیوں کا خدا مجسّم ہو کر عورت کے رحم میں نو مہینے رہے اور عام بچوں کی طرح ماں سے پیدا بھی ہو اور ولادت کے وقت روتا اور دودھ پیتا ہو اور کھانے پینے اور بول و براز سے بھی مستغنی نہ ہو اور پھر یہودی اس کو پکڑ کر منہ پر تھوکیں اور طمانچے ماریں اور کانٹوں کا تاج

سر پر رکھیں اور پھر بھی وہ خدا ہی رہا۔

پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جب حضرت یسوع کا تولّد اور ولادت نہیں ہوئی تھی کیا اس وقت خدا تعالیٰ کی خدائی ناقص اور ناتمام رہی؟ کیونکہ ایک اقنوم اور خدائی کی جزو تو ابھی تک پیدا نہیں ہوئی تھی پھر تکمیلِ خدائی کیسی؟ اور اسی طرح حضرت مریم اور روح القدس کے اس عالمِ وجود میں آنے سے پہلے کیا خداوند کی خدائی نامکمل تھی؟ اگر نامکمل تھی تو اُس نے زمین اور آسمان اور دیگر کائنات کیسے پیدا کر لی؟ بلکہ اس ناقص اور ناتمام خدا نے (العیاذ باللہ) روح القدس اور مریم اور یسوع مسیح کو کیسے پیدا کر دیا؟ اور اگر اس کی خدائی اس وقت بھی کامل اور مکمل تھی اور وہ تمام اختیارات کا مالک تھا اور اس نے اسی قدرت اور اختیار سے سب کائنات کو پیدا کیا تو پھر اس کی خدائی روح القدس، مریم اور یسوع مسیحؑ کی محتاج کیوں ہو گئی؟ اور اس احتیاج کی ضرورت اور حاجت کیا پڑی؟ اور کیوں پڑی؟

غرضیکہ بائیبل کی ان مذکورہ بالا آیات پر سرسری نگاہ کرنے سے ہی یہ بات واضح سے واضح تر ہو جاتی ہے کہ خداوند صرف اکیلا اور واحد ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور خود حضرت یسوعؑ بھی سختی اور مصیبت اور مصلوب ہوتے وقت یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ "اے میرے خدا، اے میرے خدا تُو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا؟" زور زور سے چلاتے ہیں مگر افسوس کہ ان کا بس نہیں چلتا۔ بتایئے ایسا بے بس خدا کس کام کا؟ اور اس کی خدائی سے دنیا کو کیا فائدہ؟

انجیل مرقس باب ۱۱، آیت ۱۲-۱۳-۱۴ میں ہے کہ :-

"دوسرے دن جب وہ (یسوع مسیح ؑ) بیت عَنیاہ سے نکلے تو اُسے بھوک لگی ہ اور وہ دُور سے انجیر کا ایک درخت جس میں پتے تھے دیکھ کر گیا کہ شاید اُس میں کچھ پائے مگر جب اُس کے پاس پہنچا تو پتوں کے سوا کچھ نہ پایا کیونکہ انجیر کا موسم نہ تھا ہ اُس نے اُس سے کہا آئندہ کوئی تجھ سے کبھی پھل نہ کھائے اور اس کے شاگردوں نے سُنا ہ"

قارئین غور فرمایئے کہ (العیاذ باللہ) خدا تو ایسا ہی ہونا چاہیئے کہ اُسے بھوک بھی ستائے اور سیر شکمی کے لیے وہ بے قرار بھی ہو اور انجیر کے درخت پر لپک کر وہ آتشِ جُوع بجھانے کے لیے جائے بھی لیکن اس خدا کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ انجیر کا تو موسم ہی نہیں پھر بھلا انجیر کے دانے کہاں سے دستیاب ہوں گے ؟ اور جب وہ قریب پہنچتا ہو تو انجیر کے پتوں کے سوا اُسے کچھ نظر نہ آتا ہو اور وہ اس سے اتنا رنجیدہ ہو کہ اس کے حق میں بددعا کرتا ہو کہ آئندہ تجھ سے کوئی پھل نہ کھائے ۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ سب ماجرا شاگرد دیکھتے اور سنتے ہوں۔

پادری صاحبان ہی ازروئے انصاف و دیانت (بشرطیکہ یہ ان کے نزدیک کوئی چیز ہو بھی تو) یہ بتائیں کہ ایسے خدا کے سپرد اگر دنیا کا نظام کر دیا جائے اور اس سے اُمیدیں وابستہ رکھی جائیں تو دنیا کو اس سے کیا فائدہ حاصل ہو گا ؟ جو خود یہ نہیں جانتا کہ آیا انجیر کا موسم ہے بھی یا نہیں ، یہ خدائی کیا

کرے گا؟ (نعوذ باللہ) ملاحظہ فرمایئے کہ اہل اسلام کا کیا ہی مبنی بر انصاف عقیدہ ہے کہ حضرت یسوع مسیحؑ رسول تھے اور اُن کی والدہ ماجدہ برگزیدہ بی بی تھی۔ خدائی صفات سے وہ ہرگز متصف نہ تھے بلکہ تمام انسانی لوازمات ان کے ساتھ بھی تھے اور وہ دونوں کھانا بھی کھایا کرتے تھے، وَ کَانَا یَاکُلٰنِ الطَّعَامَ ۔ خدا تعالےٰ تو وہ ہے جس کی قدرت ذرّہ ذرّہ میں ہو۔

کرنتھیون ا باب ۱۲ آیت ۶ میں ہے: "اور تاثیریں بھی طرح طرح کی ہیں مگر خدا ایک ہی ہے جو سب میں ہر طرح کا اثر پیدا کرتا ہے"۔

عقلاً تردید

جس طرح نقلاً خداوند کی توحید خالص ثابت اور تثلیث کا عقیدہ باطل ہے اسی طرح عقلاً بھی تثلیث کی تردید دلائل اور براہین سے مبرہن ہے اور ان ٹھوس دلائل کے سامنے پادری صاحبان کی تاویلات کی کاغذی کشتیاں لمحہ بھر کے لیے سچائی کے سمندر میں نہیں چل سکتیں اور وہ اہلِ اسلام کے دلائل کی موجوں کے تھپیڑوں سے کبھی بچ کر نہیں نکل سکتیں۔

تعجّب ہے کہ ساری عیسائی دنیا ایک کو دو اور دو کو ایک یا ایک کو چار اور چار کو ایک یا ایک کو پانچ اور پانچ کو ایک (علیٰ ہذا القیاس دو متباین عددوں کو ایک کہنے کے لیے تیار نہیں ہے مگر ایک کو تین اور تین کو ایک کر دکھانا اُن کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے، اور پھر ایک جزو ہے اور تین کُل، کسی اور مقام پر حقیقت کے اعتبار سے وہ جزو و کُل کو ایک قرار دینے کی جرأت

نہیں کرتے مگر یہاں آکر ان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے، اور پھر واحد بسیط ہے اور تین مرکّب ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مرکب اور غیر مرکّب کا اتحاد کیسے ہو سکتا ہے اور اس بات پر بھی انہوں نے بالکل دھیان نہ کیا کہ ہر مرکب اپنی ترکیب میں اجزاء کا محتاج ہوتا ہے تو اس سے باری تعالےٰ کا محتاج ہونا لازم آئے گا! اور غضب یہ ہے کہ قدیم اور ازلی کا حادث اور فانی کی طرف احتیاج! اور محتاج ہو کر خداوند کس طرح بے نیاز اور صمد ہو سکتا ہے؟ اور جو خود محتاج ہو وہ اوروں کی حاجت برآری کیا خاک کرے گا؟ غور فرمایئے کہ یسوع مسیحؑ تو مصلوب ہو چکے ہیں، حضرت مریم بھی وفات پا گئی ہیں اور روح القدس پر بھی فنا کا آنا ضروری ہے، اس کے بعد خداوند کا کیا ہو گا؟ کیا وہ کامل خداوند ہو گا یا العیاذ باللہ ناقص؟ پادری صاحبان ہی بتائیں کہ اس گورکھ دھندے کی گتھی کس طرح سلجھائی جا سکتی ہے۔"

قارئین کرام:- آپ اچھی طرح یہ سمجھ چکے ہیں کہ تثلیث کا عقیدہ جس پر عیسائیت کی عمارت قائم ہے کس طرح نقلاً و عقلاً باطل ہے جس کے بارے میں ہر صحیح الفطرت اور راست مزاج انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ ؎

اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں   نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

ابنیّتِ مسیحؑ

تمام اہل اسلام یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ واجب الوجود، قدیم اور ازلی ہے، نہ اُس کی ماں ہے اور نہ باپ، نہ بیٹا ہے اور نہ بیوی، وہ ان تمام رشتوں سے پاک اور منزّہ ہے اور اس کے بغیر کوئی چیز قدیم، واجب اور ازلی

نہیں۔ پھر حیرت اور صد حیرت کی بات ہے کہ قدیم اور حادث کا اور واجب و ممکن کا رشتہ آپس میں کس طرح ہوسکتا ہے؟ اور یہ جوڑ کس طریق سے تصوّر میں آسکتا ہے یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی تمام صفات مثلاً علم و قدرت، سمع و بصر وغیرہ وغیرہ ایسی ہیں کہ سب سے زیادہ اور سب پر برتر ہیں اگر خداوند کے لیے اولاد لائق اور مناسب ہوتی تو اس کا اکلوتا بیٹا نہ ہوتا بلکہ کروڑوں اور اربوں بیٹے ہوتے کیونکہ جس طرح اس کا علم سب سے زیادہ ہے اور جسطرح اس کی قدرت سب پر غالب ہے اِسی طرح اس کے بیٹے بھی سب سے زیادہ ہوتے۔ تعجب ہے کہ اس دنیا میں ایسے لوگ بھی گذرے ہیں جن کے بیٹے سینکڑوں ہوئے ہیں ۹۶۹ھ میں جب طاعون جارف پھیلا تو اس میں صرف حضرت انس بن مالکؓ کے تراسی[۸۳] بیٹے اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہؓ کے چالیس لڑکے شہید ہوگئے (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶) اور اس قسم کی سینکڑوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں مگر ہمارا مطلب واضح ہے اور تاریخ پر عبور رکھنے والے اس سے بخوبی واقف ہیں اور اس وقت بھی تنہا شاہ ابن سعود کے پچاس۵۰ سے اُوپر بیٹے اور بیٹیاں ہیں۔ سخت حیرت ہے کہ اس صفت میں عاجز مخلوق اپنے قادرِ مطلق خدا سے بڑھ گئی۔ مخلوق میں سے بعض کے تو سینکڑوں بیٹے ہوں اور خداوند کا صرف اکلوتا بیٹا ہو اور پھر پادری صاحبان ہی بتائیں کہ حضرت یسوع مسیحؑ خدا کے بیٹے بھی ہیں اور مریم کے بیٹے بھی ہیں، تو صاف لفظوں میں وہ یہ بتائیں کہ کیا حضرت مریم خدا کی بیوی ہے؟ (العیاذ باللہ) ان کے ان نظریات سے تو صاف طور پر یہ لازم آتا ہے اگرچہ وہ زبان سے کچھ بھی نہ کہیں اور اس کی شان تو یہ ہے کہ نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ بیٹا۔ مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً

وَلَدًا ہ الغرض جب خالق و مخلوق میں کسی طرح مجانست نہیں تو اس بے نیاز کے لیے بیٹا تجویز کرنا اس کی انتہائی گستاخی ہے۔ (العیاذ باللہ)

مغالطہ کا سبب

بات دراصل یوں تھی کہ پہلی اُمتوں کے بعض بزرگ لوگوں نے اور اسی طرح بعض صحیفوں میں نیک اور صالح بندوں کے حق میں محبت اور پیار کے طور پہ محض مجازاً "بیٹے" کا لفظ بولا ہے اور پچھلے لوگوں نے جہالت اور خیانت کے طور پہ اس کو توسیع دے کر حقیقتہً بیٹا سمجھا اور بنا لیا ہے اور اسی طرح بعض نیک اور بزرگ لوگوں کے حق میں مجازانہ طور پر یہ اطلاق آیا ہے کہ خدا تعالیٰ اُن کا باپ ہے یعنی اُن سے راضی اور خوش ہے اور جیسے باپ اپنے پیارے بیٹے کے لیے پدرانہ شفقت میں کوئی کمی نہیں کرتا اسی طرح بلکہ اس سے بھی بدرجہا زیادہ خدا تعالیٰ اپنے پیارے بندوں پر رحمت و رأفت کرتا ہے۔ جیسا کہ محض مجازی طور پر ایک حدیث اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللہِ الحدیث (رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۲۵) آیا ہے۔ اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ ساری مخلوق خدا تعالیٰ کی عیال اور بچے ہیں اور وہ اُن کا باپ ہے (العیاذ باللہ) بلکہ تشبیہہ صرف اس جزو میں ہے کہ جس طرح باپ اپنی اولاد کا اور سرپرست اپنے ماتحتوں کا نگران اور محافظ ہوتا ہے اور اس کو اُن کے رزق و معاش کا خیال ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق سے ہمدردی اور اُلفت ہے مگر ہے وہ بہرحال خالق اور مالک اور مخلوق تمام اس کی مخلوق ہے اور خود بائیبل اور انجیل مقدس سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ اچھے کام کرنے والوں اور خدا تعالیٰ کی مرضی پر چلنے والوں

کے لیے بیٹے کا لفظ آیا ہے چنانچہ انجیل متی باب ۵ آیت ۹ میں ہے کہ "مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے" ملاحظہ کیجیے کہ صلح کرانے والوں پر جو اپنے مقام پر ایک بڑی نیکی ہے بیٹے کا لفظ بولا گیا ہے۔

اور رومیوں باب ۸ آیت ۱۴ میں ہے کہ "اس لیے کہ جتنے خدا کی رُوح کی ہدایت سے چلتے ہیں وہی خدا کے بیٹے ہیں" کتنی صاف اور واضح آیت ہے۔

اور انجیل متی باب ۵ آیت ۴۴-۴۵ میں ہے کہ "لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لیے دعا کرو تاکہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور راستبازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے"

اور انجیل لُوقا باب ۶ آیت ۳۵ میں ہے "مگر تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر ناامید ہوئے قرض دو تو تمہارا اجر بڑا ہوگا اور تم خدا تعالیٰ کے بیٹے ٹھہرو گے کیونکہ وُہ ناشکروں اور بدوں پر بھی مہربان ہے"

اور یوحنا باب ۱ آیت ۱۲ میں ہے کہ "لیکن جتنوں نے اُسے قبول کیا اُس نے انہیں خدا کے فرزند بننے کا حق بخشا" یعنی انہیں جو اس کے نام پر ایمان لاتے ہیں۔

ان تمام آیات میں اچھے کام کرنے اور ایمان لانے والوں کو خدا تعالےٰ کے بیٹے اور فرزند کہا گیا ہے۔ اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ سچ مچ اچھے اور نیک کام کرنے والے خدا تعالےٰ کے بیٹے بن جاتے ہیں۔ اگر یہی مطلب ہے، تو پھر

عیسائیوں کو کھلے دل اقرار کرنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے بے شمار بیٹے ہیں اور وہ اکلوتے بیٹے کی رٹ بالکل ترک کر دیں کہ ہینگ لگے نہ پھٹکڑی۔

بیٹے کا اطلاق اوروں پر بھی ہؤا ہے:۔

انجیل لُوقا میں جہاں حضرت یسوع مسیحؑ کا حضرت آدمؑ تک نسبت نامہ لکھا ہے، اس کے آخر میں لکھا ہے کہ:۔" اور وہ سیت کا اور وہ آدم کا اور وہ خدا کا تھا۔"

باب۳ آیت ۳۸ اور عبرانیون باب ا آیت ۵-۶ میں ہے کہ:" کیونکہ فرشتوں میں سے اُس نے کب کسی سے کہا کہ تو میرا بیٹا ہے آج تُو مجھ سے پیدا ہؤا؟ اور پھر یہ کہ میں اس کا باپ ہوں گا اور وہ میرا بیٹا ہوگا؟ ٥ اور جب پہلوٹھے (آدم علیہ السّلام) کو دنیا میں پھر لاتا ہے تو کہتا ہے کہ خدا کے سب فرشتے اُسے سجدہ کریں ٥"

نوح علیہ السّلام کی قوم کے لوگ خدا تعالےٰ کے بیٹے تھے چنانچہ پیدائش، باب۶ آیت ۲ میں ہے:۔" تو خدا کے بیٹوں نے آدمی کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ خوبصورت ہیں اور جن کو انہوں نے چُنا اُن سے بیاہ کر لیا۔"

اور آیت ۴ میں ہے کہ" اُن دنوں زمین پر جبّار تھے اور بعد میں جب خدا کے بیٹے انسان کی بیٹیوں کے پاس گئے تو ان کے لیے اُن سے اولاد ہوئی۔ یہی قدیم زمانہ کے سُورما ہیں جو بڑے نامور ہوئے ہیں ٥" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صنفِ نازک پر رعب جمانے اور ان کو اپنی خواہش نفسانی کا ہدف

بنانے کے لیے مرد خدا کے بیٹے بن جاتے تھے تاکہ وہ بیچاریاں انکار نہ کر سکیں۔

اسرائیل خدا کے پہلوٹھے بیٹے تھے۔ خروج باب ۴ آیت ۲۲ میں ہے کہ: اور تو فرعون سے کہنا کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے"۔

خدا تعالے نے اپنے کو اسرائیل اور افرائیم کا باپ کہا۔ یرمیاہ باب ۳۱ آیت ۹ کے آخر میں ہے کہ "کیونکہ میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پہلوٹھا ہے"۔

اور زبور باب ۸۹، آیت ۲۶-۲۷ میں ہے" وہ (داؤد) مجھے پکار کر کہے گا۔ تو میرا باپ۔ میرا خدا اور میری نجات کی چٹان ہے ۔ اور میں اس کو اپنا پہلوٹھا بناؤں گا"۔

حضرت سلیمان بھی خدا تعالےٰ کے بیٹے تھے (معاذ اللہ) تواریخ ۱، باب ۲۲، آیت ۱۰ میں ہے:" وہی میرے نام کے لیے ایک گھر بنائے گا وہ میرا بیٹا ہوگا اور میں اُس کا باپ ہوں گا اور میں اسرائیل پر اس کی سلطنت کا تخت ابد تک قائم رکھوں گا"۔

اور باب ۲۸ آیت ۶ میں ہے کہ:" اور اُس نے مجھ سے کہا کہ تیرا بیٹا سلیمان میرے گھر اور میری بارگاہوں کو بنائے گا کیونکہ میں نے اُسے چن لیا ہے کہ وہ میرا بیٹا ہو اور میں اس کا باپ ہوں گا"۔

تمام اسرائیل خدا تعالےٰ کے فرزند ہیں۔ استثنا ر باب ۱۴ آیت ۱ میں ہے کہ:۔ "تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو" الخ

عیسائی بھی خدا کے فرزند ہیں:۔ رومیون باب ۸ آیت ۱۶ میں ہے کہ" روح

خود ہماری روح کے ساتھ مل کر گواہی دیتا ہے کہ ہم خدا کے فرزند ہیں۔" اور گلتیوں باب ۳ آیت ۲۶ میں ہے کہ ۔"کیونکہ تم سب اُس ایمان کے وسیلہ سے جو مسیح یسوع میں ہے خدا کے فرزند ہو۔"

اس قسم کی اور بہت سی آیات ہیں جن سے بخوبی یہ آشکارا ہو جاتا ہے کہ فرزند اور بیٹے کا اطلاق حضرت یسوع مسیحؑ کے سوا اوروں پر بھی ہوا ہے اور یہ اطلاق بھی کتابِ مقدّس اور بائبل کے رُو سے ۔ اِس لیے یا تو عیسائی صاحبان ان سب کو خدا تعالےٰ کے فرزند تسلیم کر لیں اور اکلوتے بیٹے کی رٹ چھوڑ دیں اور اگر وہ اُن کو خدا تعالےٰ کے لاڈلے، پیارے، نیک اور صالح سمجھ کر ان پہ فرزند اور بیٹے کا مجازاً اطلاق کرتے ہیں تو حضرت یسوع مسیحؑ بھی اس معنی میں خدا تعالےٰ کے فرزند اور بیٹے ہوں گے۔ نہ تو حقیقت میں اور اس کے فرزند اور بیٹے ہیں اور نہ حضرت یسوع مسیحؑ کیونکہ وہ اولاد سے ہر طرح مبرّا اور منزہ ہے، اس کا کوئی بیٹا اور بیٹی نہیں ہے۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذَالِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا مگر پابند ہوس اور دِلدادۂ شرک کو اس سے کیا؟ ؎

اُسے پھر کیا قدر ہو گی خدا کی بے نیازی کی
وہ پابند ہوس جو آستاں پر آستاں بدلے

کفارہ

عیسائیوں نے بزعمِ خود جہنم سے رستگاری حاصل کرنے اور جنّت کی ابدی نعمتوں کے مزے لوٹنے کے لیے یہ عقیدہ بھی تجویز کر رکھا ہے کہ حضرت یسوع مسیحؑ ہمارے

گناہوں کے بدلے مصلوب اور لعنتی ہو کر (معاذاللہ) ہمیں ہر قسم کے گناہ اور ہر قسم کے جرم سے عام اس سے کہ اس سے خدا تعالےٰ کا حق ضائع ہوتا ہو یا کسی عبد کا حق تلف ہوتا ہو، بڑے سے بڑا ہو یا چھوٹے سے چھوٹا ہمیشہ کے لیے رہائی دے چکے ہیں، اب ہم جو کچھ بھی کریں ہمیں کوئی سزا نہ ہوگی اور اگر کوئی بھی نیک عمل نہ کریں پھر بھی ہمارے لیے درِ جنت باز ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یسوع مسیحؑ نے مول لے کر ہمیں شریعت کی لعنت سے چھڑا دیا ہے جیسا کہ باحوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

اور گلتیوں باب ۲ آیت ۱۶ میں ہے کہ "تو بھی یہ جان کہ آدمی شریعت کے اعمال سے نہیں بلکہ صرف یسوع مسیح پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہرتا ہے خود مسیح یسوع پر ایمان لائے تاکہ ہم مسیح پر ایمان لانے سے راستباز ٹھہریں نہ کہ شریعت کے اعمال سے کیونکہ شریعت کے اعمال سے کوئی بشر راستباز نہ ٹھہرے گا" یہ ہے عیسائیوں کا خود ساختہ ہوائی قلعہ جس میں وہ رہتے ہیں۔

انتہائی تعجب اور سخت حیرت ہے کہ جرائم اور گناہ تو کریں عیسائی اور سزا بھگتیں حضرت یسوع مسیحؑ! کرے ایک اور بھرے دوسرا! یہ اصول کس انصاف اور عدل پر مبنی ہے؟ کیا اللہ تعالےٰ عادل اور منصف نہیں؟ اور کیا اس کے نزدیک عدل اور انصاف کا یہی مفہوم ہے کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی؟ یہ نظریہ عقل و نقل کی تائید سے یکسر محروم ہے کہ جرم کوئی اور کرے اور سزا کسی اور کو دی جائے۔ جرائم کرنے والے ہزارہا سال بعد جرم کریں اور سزا بھگتنے والا کئی ہزار سال پہلے ہی ذلت اٹھا کر مصلوب ہو اور لعنتی بن کر بدکاروں میں شامل ہو! (معاذاللہ)

کیا اس وقت عیسائی سلطنتیں اپنے اس نرالے اصول پر عمل کرتی ہیں کہ جرم

تو کرے رعیت کا ایک ادنیٰ اور گھٹیا انسان اور سُولی پر چڑھایا جائے پاپائے روم اور ملک کے صدر اور وزیر اعظم کو؟ جرائم کرنے والے تو سالہا سال بعد جرم کریں مگر ان کے گلوں میں پھندے پہلے ہی پڑ جائیں؟ قتل ناحق کا ارتکاب تو کرے کوئی بدمعاش اور سزائے موت ہو بزعم خود کسی بزرگ پادری کو؟

اگر سچ مچ عیسائی ممالک میں ایسے احکام جاری ہوتے ہیں اور ان پر عمل بھی ہوتا ہے تو ہم اس پر غور کر سکتے ہیں لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو اُن سے بیانگِ دہل ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ کیا یہ پھانسی کا پھندا صرف مظلوم مسیحؑ کے گلے ہی میں پُورا آتا ہے اور تمہارے صدر وں اور وزراءِ اعظم، عام پادری صاحبان اور پاپائے روم کے نرم و نازک گلے میں پورا نہیں آتا؟ اور کیا اس وقت لوگوں نے جرم اور گناہ ترک کر دیئے ہیں؟ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ معقولیت سے ہمیں سمجھایا جائے۔

عیسائیوں کو بگوش ہوش سُن لینا چاہیئے اور اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ نہ تو حضرت عیسٰے علیہ السّلام مصلوب ہوئے (کیونکہ دلائلِ قطعیہ سے اُن کی حیات اور قربِ قیامت اُن کا نزول ثابت ہے) اور نہ وہ عیسائیوں کے لیے کفارہ بنے۔ ہر ایک کو اپنے کیے کا پھل ملے گا۔ اگر کوئی شخص نیکی کرے گا تو اُسے نیکی کا ثمرہ ملے گا اور اگر بدی کرے گا تو اس کا وبال اس پر پڑے گا۔ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَ اَنْ لَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کوئی شخص کسی کے گناہ کو نہیں اُٹھائے گا اور نہ کوئی کسی کا کفارہ اور فدیہ

ہوگا۔ اُس دن سے ڈرنا چاہیئے جس دن نہ تو کوئی نفس کسی نفس کی طرف سے کفایت کرسکے گا اور نہ کوئی کسی کا بدلہ ہوسکے گا۔ لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ الآیۃ۔

عیسائیوں کو یہ خیال ہی ذہن سے نکال دینا چاہیئے کہ حضرت یسوعؑ ان کی طرف سے کفارہ ہوگئے ہیں۔ کوئی کسی کا کفارہ نہیں ہوسکتا۔ ہر ایک کو عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ (اور اب تو نبی آخر الزمان اور دنیا کے سردار پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلّم)

کیا عمل کے بغیر نجات ہوسکتی ہے؟

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم خود بائیبل، کتابِ مقدّس اور انجیل مقدّس سے یہ ثابت کردیں کہ ہر ایک کو عمل کرنا پڑے گا اور تب جاکر کہیں نجات نصیب ہوسکتی ہے۔ جب ہر ایک کے لیے عمل ضروری ٹھہرا تو پھر کفارے کا سوال کہاں سے؟ اور اس نامنصفانہ عقیدہ اور نظریہ کو بھلا سُنتا بھی کون ہے؟ استثناء باب ۲۷ آیت ۲۶ میں ہے کہ:۔

"لعنت اُس پہ جو اس شریعت کی باتوں پر عمل کرنے کے لیے ان پر قائم نہ رہے اور سب لوگ کہیں آمین ہ"

اگر شریعت کی باتوں کو ترک کرکے محض کفارہ ہی کا عقیدہ موجب نجات ہے تو پھر یہ لعنت کیسی اور کیوں؟

اور انجیل لُوقا باب ۶ آیت ۴۶-۴۷-۴۸-۴۹ میں ہے کہ:۔

"جب تم میرے کہنے پر عمل نہیں کرتے تو کیوں مجھے خداوند خداوند کہتے ہو؟ ہ جو کوئی میرے پاس آتا اور میری باتیں سُن کر اُن پر عمل کرتا ہے مَیں تمہیں جتاتا ہوں کہ وہ کس کی مانند ہے ہ وہ اس آدمی کی مانند ہے جس نے گھر بناتے وقت زمین گہری کھود کر چٹان پر بنیاد رکھی جب طوفان آیا اور سیلاب اُس گھر سے ٹکرایا تو اُسے ہلا نہ سکا کیونکہ وہ مضبوط بنا ہوا تھا ہ لیکن جو سُن کر عمل میں نہیں لاتا وہ اس آدمی کی مانند ہے جس نے زمین پر گھر کو بے بنیاد بنایا جب سیلاب اُس پر زور سے آیا تو وہ فی الفور گر پڑا اور وہ گھر بالکل برباد ہوا ہ"

غور کیجئے کہ حضرت یسوع مسیحؑ نے کس طرح مثال دے کر عمل کرنے پر زور دیا ہے اور بے عمل انسان کے برائے نام ایمان کو کس طرح بے قدر و بے وقعت قرار دیا ہے۔

اور کرنتھیوں باب ۷ آیت ۱۹ میں ہے کہ "نہ ختنہ کوئی چیز ہے نہ نامختونی بلکہ خدا کے حکموں پر چلنا ہی سب کچھ ہے ہ"

اور یعقوب باب ۲ آیت ۱۰-۱۱-۱۲ میں ہے کہ "کیونکہ جس نے ساری شریعت پر عمل کیا اور ایک ہی بات میں خطا کی وہ سب باتوں میں قصوروار ٹھہرا ہ اس لیے کہ جس نے یہ فرمایا کہ زنا نہ کر اُسی نے یہ بھی فرمایا کہ خون نہ کر۔ اس پر اگر تو نے زنا تو نہ کیا مگر خون کیا تو بھی تو شریعت کا عدول کرنے والا ٹھہرا ہ تم ان لوگوں کی طرح کلام بھی کرو اور کام بھی کرو جن کا آزاد کی شریعت کے موافق انصاف ہوگا ہ"

اور آیت ۱۴ میں ہے کہ :" اے میرے بھائیو! اگر کوئی کہے کہ میں ایماندار ہوں مگر عمل نہ کرتا ہو تو کیا فائدہ ؟ کیا ایسا ایمان اُسے نجات دے سکتا ہے؟ "

اور آیت ۱۷ میں ہے کہ :" اِسی طرح ایمان بھی اگر اس کے ساتھ اعمال نہ ہوں تو اپنی ذات سے مُردہ ہے "

اور آیت ۲۰ میں ہے کہ :" مگر اے نکمّے آدمی ! کیا تُو یہ بھی نہیں جانتا ایمان بغیر اعمال کے بیکار ہے ؟ "

اور آیت ۲۴ میں ہے کہ " پس تم نے دیکھ لیا کہ انسان صرف ایمان ہی سے نہیں بلکہ اعمال سے راست باز ٹھہرتا ہے "

اور آیت ۲۶ میں ہے کہ :" غرض جیسے بدن بغیر رُوح کے مُردہ ہے ویسے ہی ایمان بھی بغیر اعمال کے مردہ ہے "

اگر ہم بائیبل اور کتاب مقدّس سے ایسی آیات لکھنا اور پیش کرنا چاہیں تو اچھا خاصا دفتر تیار ہو سکتا ہے مگر ہمارا مقصد تو صرف دعوے کو مبرہن کرنا ہے، دلائل اور حوالجات کا استقصاء اور استیعاب نہیں ہے، اور ہر ایک عقلمند اور منصف مزاج کے لیے پیش کردہ حوالجات کافی ہیں کہ بغیر اعمال کے بائیبل کی رُو سے بھی ایمان مُردہ اور بے کار ہے اور محض ایمان ہرگز نجات کا سبب اور ذریعہ نہیں بن سکتا۔

باقی رہا کفارہ، تو اس عقیدۂ کفارہ میں صرف یہ کرشمہ کارفرما ہے کہ حضرت یسوع مسیحؑ پر برائے نام ایمان لے آؤ اور عیسائیت کے حلقے میں داخل ہو جاؤ۔ تثلیث اور ابنیّت کا معمّہ پلّے باندھ لو اور جو مرضی ہے

دُنیا میں کرتے پھرو کیونکہ خداوند کا اکلوتا بیٹا عیسائیوں کی طرف سے انتہائی ذلّت اٹھا کر مطلوب اور لعنتی ہو چکا ہے (العیاذ باللہ) اب عیسائیوں کو کیا خطرہ؟ جنّت ان کے خیال میں شاید خالہ جی کا گھر ہے کہ بے کھٹکے اس میں چھلانگ لگا کر داخل ہو جائیں گے۔

عیسائیوں کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت یسوع مسیح علیہ السّلام کی تعلیم کے مطابق بھی ان کو دنیا کے سردار اور روح حق حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلّم اور آپ کی روشن شریعت پر ایمان لانا ضروری ہے اس کے بغیر اور اعمالِ حسنہ کے بغیر وہ کسی طرح نجات کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ ایک مرتبہ چھوڑ کر وہ لاکھ بار کفارے کا عقیدہ رکھیں، رہیں گے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ ہی میں۔ یہ کوئی ضد اور عناد کا مقام نہیں، آخرت اور نجات کا مقام ہے لہٰذا ٹھنڈے دِل سے اِس پر غور کر لیں کہ کہیں مسلمانوں کے ساتھ مذہبی عداوت اور تعصّب کی وجہ سے اپنی ہی آخرت اور عاقبت ضائع نہ کر دیں اور پھر پچھتاتے رہیں اور اس پچھتاوے کا کوئی فائدہ بھی مرتّب نہ ہو۔ یہ کہتے ہوئے آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ ؎

اے چشمِ اشکبار ذرا دیکھنے تو دے
ہوتا ہے جو خراب وہ تیرا ہی گھر نہ ہو

تمام اہلِ اسلام سے

دردمندانہ اپیل

مسلمانوں پر لازم ہے

کہ

وہ محض اس حقیر اور ذلیل دولت، عارضی اور فانی زندگی پر ہی نگاہ نہ رکھیں تاکہ یورپ کی مادی چمک دمک پر مفتون ہو کر اور سائنس کی نو ایجادات سے مسحور ہو کر اور چٹی گوری اور سفید فام نازنینوں کے سرخ ہونٹوں اور نوکریوں پر ہی فریفتہ ہو کر دولت ایمان کو نچھاور کر کے اپنی ابدی زندگی کو تباہ برباد کر دیں۔ یہ دنیا کیا ہے؟ پانی کا ایک بلبلہ ہے اور اس سے بڑھ کر اس کی کوئی اور حیثیت نہیں ہے ؎

حبابِ دریا ہے دہرِ فانی، اجل کی خاطر ہے زندگانی
یہ راز کی بات کس نے جانی، عروج کیا ہے، زوال کیا ہے؟

دعا ہے کہ

اللہ تعالےٰ ہمیں ظاہری اور باطنی جسمانی اور روحانی، مذہبی اور سیاسی، اندرونی اور بیرونی، زمینی اور آسمانی، انفسی اور آفاقی ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے اور اپنے دینِ حق پر قائم اور دائم

رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور ہمارا خاتمہ دین اسلام کے کلمۂ طیبہ پر
ہو اور جب تک زندہ رہیں تو اسلام کی خدمت اور پیروی کرتے رہیں
اور ہر باطل اور بدی کے مقابلہ میں سدِّ سکندری ثابت ہوں۔ آمین ثم
آمین! وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ الَّذِىْ بُعِثَ اِلٰى كَآفَّةِ النَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّ
عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَجَمِيْعِ مَنْ تَبِعَهٗ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ
اٰمِيْن يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ٥

احقر النّاس
ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع گکھڑ
و
مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم، نزد گھنٹہ گھر
گوجرانوالہ